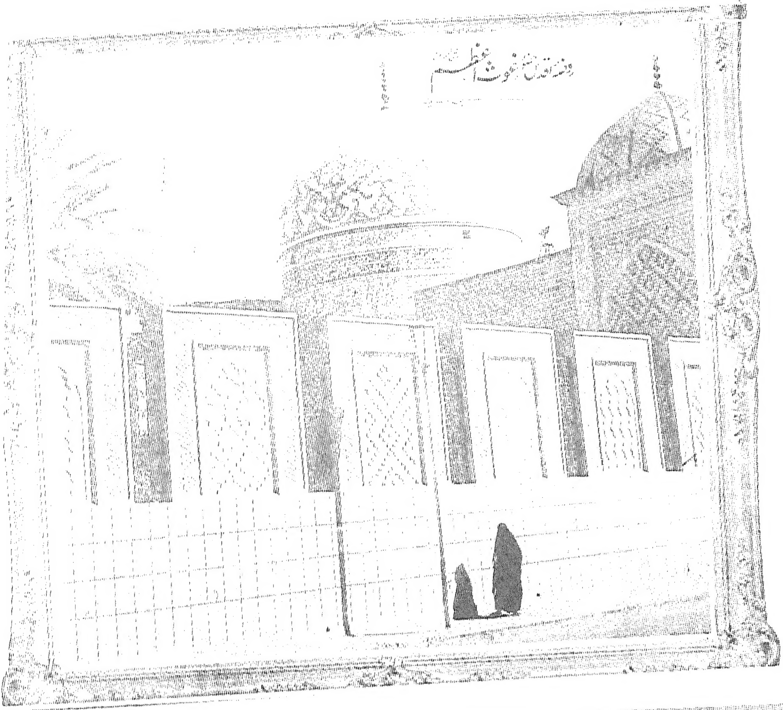

روضۂ اقدس حضور غوث اعظم

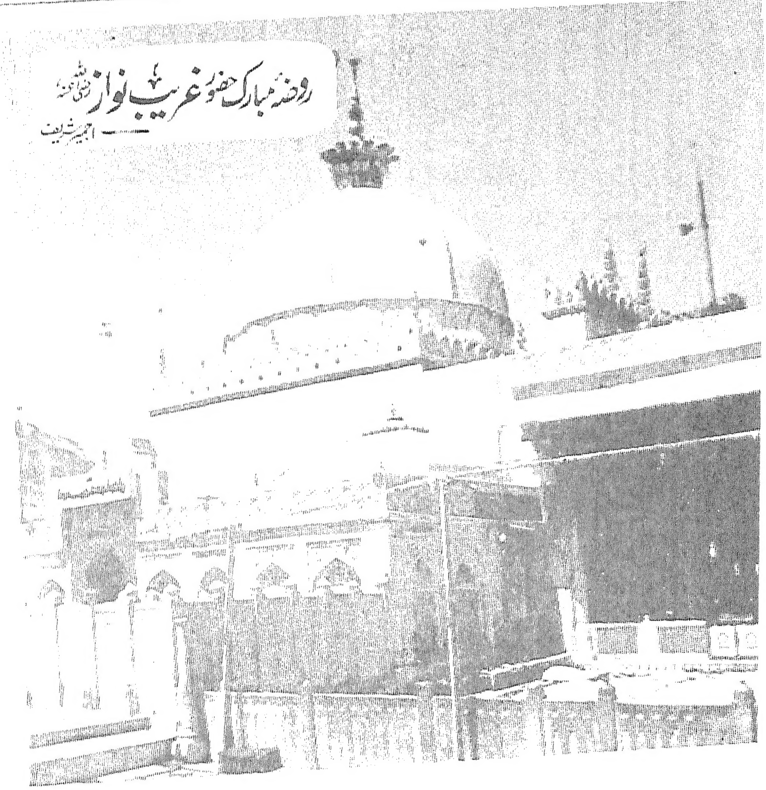

روضۂ مبارک حضور غریب نواز رضی اللہ عنہ
اجمیر شریف

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

عظمتِ اولیاءِ کرام

یعنی

قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شان و عظمت، ان کے خداداد اختیارات و کرامات، ان سے استمداد و استعانت اور ان کی حیات بعد وصال وغیرہ کا مدلل ثبوت

مؤلفہ

مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری
(صدر کل ہند جمعیتہ المشائخ)

بحسن تعاون
مولانا سید شاہ مظہر حسینی صابری سجادہ نشین مشیر اعلیٰ کل ہند جمعیتہ المشائخ
مولانا سید شاہ محمد عارف الدین جیلانی نوری سجادہ نشین معزز رکن عاملہ کل ہند جمعیتہ المشائخ

شائع کردہ

کل ہند جمعیۃ المشائخ حیدرآباد

سلسلہ دار التصنیف صوفیہ نمبر (۲۲۵)

نام کتاب "عظمت اولیاء کرام"
مؤلف مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری
(صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ)

تعداد اشاعت ایک ہزار
سرورق حافظ سید شاہ مرتضیٰ علی صوفی قادری حیدر فرزند مؤلف
مقام طباعت اویس گرافکس - حیدرآباد
سن اشاعت ربیع الآخر ۱۴۱۸ھ اگست ۱۹۹۷ء
کمپیوٹر کتابت جناب جلال الدین اکبر - اردو کمپیوٹر سنٹر فون نمبر 4530850
- 17-1-181/M/35 - روبرو جامعہ عائشہ نسوان (نیو بلڈنگ)
- داراب جنگ کالونی - مادناپیٹ - حیدرآباد ۵۹ (اے - پی) -
ہدیہ Rs. 15/= (پندرہ روپیہ سکہ ہند)

========== کتاب ملنے کے پتے ==========

(۱) تصوف منزل 21-1-247 قریب ہائیکورٹ حیدرآباد - ۲
فون 4562636
(۲) خانقاہ صابریہ، فرحت نگر قریب دبیرپورہ، حیدرآباد - ۲
(۳) عزیز باغ بازار نور خاں حیدرآباد - ۲ فون 4525254
(۴) خانقاہ نوریہ، بندل گوڑہ، حیدرآباد - ۵ فون 4440700
(۵) خانقاہ مخدومیہ 20-7-582 نزد ڈیوڑھی اقبال الدولہ، حیدرآباد
فون 4578338

انتساب

اللہ تعالیٰ کے محبوب و برگزیدہ ان بے شمار اولیاء اللہ کی ارواح قدسیہ کے حضور اپنی اس حقیر علمی کاوش کا نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں جو آسمان ولایت پر آفتاب و ماہتاب اور درخشاں ستارے بن کر چمک رہے ہیں اور اپنے نورانی فیوض و برکات کے ذریعہ ہمارے قلب و روح کو زندگی اور فکر و نظر کو تابندگی بخش رہے ہیں۔

خاکپائے اولیاء اللہ

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری غفرلہ

(صدر کل ہند جمعیتہ المشائخ)

مآخذ

قرآن مجید کے علاوہ ساٹھ (۶۰) سے زیادہ مستند کتابوں کی فہرست ذیل میں دی جاتی ہے جن کے مضامین کا حوالہ کتاب ہذا میں دیا گیا ہے۔

بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ ترمذی شریف۔ ابو داؤد شریف۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ ابن منذر۔ ابن عساکر۔ مرقاۃ۔ کنز العمال۔ مسند امام احمد۔ مستدرک۔ تفسیر جلالین۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر خازن۔ تفسیر در منثور۔ تفسیر روح البیان۔ اشعتہ اللمعات۔ زرقانی۔ حصن حصین۔ فتاوی عالمگیریہ۔ فتاوی قاضی خاں۔ فتاوی عزیزیہ۔ مقدمہ شامی۔ در مختار۔ رد محتار۔ فیصلۂ ہفت مسئلہ۔ امداد الفتاویٰ۔ عوارف المعارف۔ رسالہ قشیریہ۔ ازالۃ الخفاء۔ تحفہ ابن حجر۔ نزہتہ الخاطر۔ فوائد الفواد۔ ملفوظات۔ شرح الصدور۔ فتح المبین۔ تحقیق الحق المبین۔ روض الریاحین۔ مشارق الانوار۔ شفاء الاسقام۔ بہجۃ الاسرار۔ قصیدۂ غوثیہ۔ آداب زیارت قبور۔ دلائل الخیرات۔ تذکرۂ مخدوم۔ عشرات کاملہ۔ تذکرۂ مفتی اعظم۔ فرہنگ آصفیہ۔ عقائد نسفیہ۔ جامع کرامات اولیاء۔ مثنوی مولانا رومؒ۔ مقدس ٹیکمال۔ صراط مستقیم۔ نشر الطیب۔ قصائد قاسمی۔ حرز الثمین۔ المنجد۔ المورد۔ منتخب اللغات۔ غیاث اللغات۔ نصیر اللغات۔

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
انتساب	۳
کل ہند جمعیتہ المشائخ تعارف اور سرگرمیاں -	۶
اسے ضرور پڑھئے	۹
اہل سنت وجماعت کون ہیں ؟	۱۵
اولیاء اللہ کون ہیں ؟	۲۰
اولیاء ہی فیضان نبوت کا وسیلہ ہیں	۲۱
اولیاء صرف فرقہ سنت و جماعت میں ہیں	۲۱
اولیاء کی دنیا کو حاجت ہے	۲۲
اولیاء بے خوف ہیں اور بے غم بھی	۲۳
اولیاء کی دنیا و آخرت میں شان **ورفعت**	۲۳
اولیاء کو دیکھو خدا یاد آئے	۲۴
بعض اولیاء پر انبیاء و شہدا کو رشک	۲۵
اولیاء قدرت الٰہی کے مظہر ہیں	۲۵
اولیاء کے تصرفات و اختیارات	۲۶
ارہاص ، معجزہ ، کرامت ، استدراج	۲۷
اولیاء کی کرامات حق ہیں	۲۸
ظہور کرامات کی صورتیں	۲۹
کرامات کا ثبوت قرآن سے	۲۹
چاروں عناصر پر اولیاء کا اختیار	۳۱
کرامات کا ثبوت حدیث سے	۳۱
اولیاء کا تصرف ہوا پر	۳۲
اولیاء کا تصرف پانی پر	۳۲
اولیاء کا تصرف آگ پر	۳۳
اولیاء کا تصرف مٹی پر	۳۴
نگاہ ولایت کی وسعت	۳۵
اولیاء کے درجات	۳۶
باطنی نظام الٰہی	۳۷
مجذوب اولیاء	۳۹
اولیاء کا سرچشمہ ، فیضان ، حضور ہیں	۴۰
اولیاء سے بے ادبی کی سزا	۴۱
بعد وصال حیات اولیاء کا قرآنی ثبوت	۴۲
قبر میں برزخی زندگی	۴۳
اولیاء کی امداد	۴۹
اولیاء سے استمداد یا استعانت	۵۰
قرآن سے استمداد کا ثبوت	۵۱
حدیث سے استمداد کا ثبوت	۵۲
استمداد اور مفسرین کے اقوال	۵۴
استمداد اور فقہاء کے اقوال	۵۵
مُردوں سے استمداد	۵۵
منکرین استمداد کے پیشواؤں کا عمل	۵۸
بدعت کسے کہتے ہیں ؟	۵۹
بدعت کے اقسام	۶۱
عرس سے کیا مراد ہے	۶۲
عرس کے مقاصد اور تعین تاریخ	۶۳
عرس کا شرعی ثبوت	۶۴
عرس کے متعلق فقہی مسائل	۶۷
عرس کے منہیات و ممنوعات	۶۸
زیارت قبور کا مسنون طریقہ	۶۸
عورتیں اور زیارت قبور	۷۰
قبروں پر پھول اور صندل	۷۰
قبروں کو بوسہ دینا	۷۱
قبر پر غلاف ڈالنا	۷۳
قبروں پر قبہ و گنبد بنانا	۷۴
سماع	۷۵
وجد سے کیا مراد ہے	۷۸
سلام ببارگاہ **خیر الانام**	۸۰

کل ہند جمعیتہ المشائخ

تعارف اور سرگرمیاں

دور آصفیہ میں مشائخ سلف کی جانب سے قائم کردہ قدیم تنظیم جمعتیہ المشائخ اپنے حالیہ احیاء کے بعد اب "کل ہند جمعتیہ المشائخ" کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے جو الحمدللہ عقائد صحیحہ و مسلک اہل سنت و جماعت کو عام کرنے میں پوری طرح سرگرم عمل ہے ۔ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت اولیاء اللہ اور تعلیمات مشائخ کی اشاعت کے علاوہ، عظمت و احترام رسول و اہلبیت اطہار اور صحابہ کرام و اولیائے عظام کے مراتب و اکرام سے عامتہ المسلمین کو واقف کرانے کے لئے محافل اور مذاکرات کا انعقاد نیز دینی و ملی فلاح و بہبود اور اصلاح معاشرہ کے لئے ہر ممکن جد و جہد کل ہند جمعتیہ المشائخ کے بنیادی اغراض و مقاصد ہیں ۔ یہ ایک خالص دینی اور غیر سیاسی تنظیم ہے جس کی جانب سے مستقر حیدرآباد اور اضلاع نیز دیگر ریاستوں کی مساجد اور خانقاہوں میں ایمان افروز محافل، مجالس اور مذاکرات کے انعقاد کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ جاری ہے ۔ چنانچہ بتاریخ ۲/ اگست ۱۹۹۷ء تاریخی مکہ مسجد میں منایا گیا ایک عظیم الشان جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی تھی جو اس لحاظ سے نہایت کامیاب اور فقید المثال ثابت ہوا کہ کسی بیرونی مہمان مقرر کو مدعو کئے بغیر ڈھائی بجے شب تک جلسہ کی کارروائی مسلسل جاری رہی اور جس میں عاشقان رسول کے بے پناہ ہجوم کی جوق در جوق آمد پر شہر کی سب سے وسیع مکہ مسجد شکوہ کوتاہ دامنی کر رہی تھی ۔ پھر دوسرے ہی دن خانقاہ صابریہ فرحت نگر حیدرآباد میں "عظمت اہلبیت اطہار و صحابہ کرام" کے موضوع پر پہلی مرتبہ منعقد کردہ سیمنار بھی کامیاب و منفرد اور اپنی آپ مثال ثابت ہوا۔

علاوہ ازیں منجانب جمعیتہ مفید و معلوماتی دینی لٹریچر بھی عامتہ المسلمین تک پہنچانے کی مقدور بھر کوشش کی جارہی ہے ۔ چنانچہ قبل ازیں مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری صدر کل ہند جمعیتہ المشائخ کی مولفہ کتاب "عظمت والدین" کی اشاعت عمل میں آئی ۔ پھر حال ہی میں "دشمنان اہل بیت پاک کے کذب و فریب کی نقاب کشائی" کے زیر عنوان ایک تحقیقی مقالہ بشکل کتابچہ ہزاروں کی تعداد میں بلاقیمت عوام میں تقسیم کیا گیا ۔ اب "عظمت اولیاء کرام" کے نام سے محترم صدر جمعیتہ ہی کی تالیف کردہ دوسری معرکتہ الآراء کتاب کل ہند جمعیتہ المشائخ کے زیر اہتمام شائع ہوکر منظر عام پر آرہی ہے جس کے لئے مولانا سید شاہ مظہر حسینی صابری مشیر اعلیٰ اور مولانا سید شاہ محمد عارف الدین جیلانی نوری معزز رکن عاملہ کے فراخدلانہ تعاون پر جمعیتہ اپنا اظہار ممنونیت کرتی ہے ۔

مجلس عاملہ کل ہند جمعیتہ المشائخ

مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری صدر و سجادہ نشین	فون	4562636
مولانا سید شاہ مظہر حسینی صابری مشیر اعلیٰ و سجادہ نشین	فون	4525254
مولانا سید شاہ وجیہ اللہ حسینی ملتانی مشیر اعلیٰ	فون	4604725
مولانا سید حبیب پادشاہ قادری مخدومی نائب صدر و سجادہ نشین	فون	4578338
محمد اعظم الدین صدیقی قدیری معتمد	فون	4563832
مولانا فیض اللہ عبدالباری چشتی قادری شریک معتمد	فون	4607366
مولانا سید شاہ شمس الدین قادری خازن بانی مسجد و مدرسہ شمسیہ صلالہ	فون	7567328
مولانا سید شاہ احمد کلیم اللہ قادری معزز رکن عاملہ و سجادہ نشین	فون	4015229
مولانا سید شاہ کاظم پادشاہ قادری معزز رکن عاملہ و سجادہ نشین	فون	4529395
مولانا سید شاہ محمد عارف الدین جیلانی معزز رکن عاملہ و سجادہ نشین	فون	4440700
مولانا سید شاہ احمد نوراللہ حسینی قادری معزز رکن عاملہ و سجادہ نشین	فون	549903

دیگر معزز ارکان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں

مولانا سید شاہ رفیع الدین حسینی راجو ثانی سجادہ نشین ۔ فون 4522667

مولانا سید شاہ انوار اللہ حسینی افتخاری سجادہ نشین ۔ فون 4564414

مولانا حکیم قاضی سید نورالحیدر حق نما شاہ صوفی نوری اعظمی سجادہ نشین فون 7536202

مولانا سید شاہ محمود صمدانی صابر قادری شطاری سجادہ نشین ۔ فون 4614629

مولانا سید شاہ احمد محی الدین حسینی قادری سجادہ نشین ۔ فون 4522416

مولانا سید شاہ دستگیر علی قادری قدرتی سجادہ نشین ۔ فون 4418907

مولانا احمد اللہ شاہ حسینی قادری سجادہ نشین ۔ فون 4607366

مولانا سید محمد قادری سجادہ نشین ۔ فون 4605546

مولانا بہبود پادشاہ قادری سجادہ نشین ۔

مولانا شاہ مسعود احمد رضوی سجادہ نشین ۔ فون 4527027

مولانا میر قطب الدین علی شاہ ابوالعلائی سجادہ نشین ۔ فون 4411273

مولانا سید شاہ حبیب حسین محمد محمد الحسینی زیدی بندہ نوازی سجادہ نشین

مولانا سید شاہ صوفی افتخار محی الدین قادری ابوالعلائی سجادہ نشین ۔ فون 4529958

مولانا سید شاہ خواجہ ابراہیم پادشاہ قادری چشتی یمنی بندہ نوازی سجادہ نشین ۔ فون 4417089

مولانا سید شاہ محمد حسینی بغدادی عرف حسینی پیر سجادہ نشین ۔ فون 4570527

مولانا نذر محمد نصیر نیازی سجادہ نشین ۔ فون 4041983 & 4044289

مولانا مفتی محمد عبدالجلیل مشیر امور مذہبی حضور نظام ۔ فون 4411834

مولانا سید شاہ سجاد علی صوفی قادری ۔ فون 4562636

مولانا محمد مصطفیٰ عتیق الدین صدیقی قدیری فون 4521242

مولانا سید شاہ نور الاصفیاء صوفی نوری فون 75636202

مولانا سید شاہ مصطفیٰ علی صوفی قادری فون 4562636

مولانا سید شاہ محمود حسینی صابری فون 4525254

مولانا سید شاہ مخدوم حسینی عارف مخدومی فون 4522338

مولانا سید شاہ حسن پادشاہ قادری فون 4522338

مولانا سید شاہ لطیف محی الدین قادری فون 4650898

مولانا خواجہ محمد انوار اللہ صدیقی قادری فون 4560672

مولانا ابو الفتاح سید بندگی پادشاہ عرف ریاض قادری فون 4563943

ضروری نوٹ : کل ہند جمعیتہ المشائخ کی رکنیت سازی کا کام جاری ہے۔ رکنیت کے خواہشمند حضرات مشائخ، سجادگان و متولیان صاحبان حسب ذیل فون نمبرات پر ربط پیدا کر کے مقررہ فارم رکنیت حاصل فرما سکتے ہیں۔

4563832 - 4562636 - 4578338 - 4525254

مرقوم ۱۰/ اگست ۱۹۹۷ء

محمد اعظم الدین صدیقی قدیری

معتمد کل ہند جمعیتہ المشائخ

اسے ضرور پڑھئے

آج کا دور فتنوں اور گمراہیوں کا دور ہے۔ روز نئے نئے نظریات و عقائد کے ساتھ نئی نئی جماعتیں، تنظیمیں اور تحریکیں سامنے آتی جارہی ہیں اور اسلام کے نام پر اسلام ہی کو مجروح کرنے میں پوری طرح سرگرم عمل ہیں۔ غالباً یہ وہی دور پر فتن ہے جس کے بارے میں اللہ کے محبوب، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جبکہ سمندر کی موجوں کی طرح فتنے موجیں مارتے آئیں گے اور جس کا ہلاکت خیز نتیجہ یہ ہوگا کہ جو آدمی صبح کو مسلمان تھا وہ شام کو کافر ہوجائیگا اور شام کو جو مسلمان رہے گا وہ صبح کو کافر ہوجائے گا۔ ع

"خبر حدیثوں میں جس کی آئی وہی زمانہ اب آگیا ہے"

دین میں وقفہ وقفہ سے طرح طرح کے فتنے پیدا کئے جارہے ہیں اور ان کے پر فریب جال کا شکار سادہ لوح مسلمانوں کو بنا کر انکی دنیا کے ساتھ آخرت بھی برباد کی جارہی ہے کبھی تو رسول وآل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں طرح طرح کی گستاخیاں ایجاد کی جاتی ہیں تو کبھی اولیاء اللہ کی عظمت کو ہدف اہانت بنایا جاتا ہے اور اسطرح قہر وغضب الٰہی کو دعوت دینے کے پورے جتن کئے جارہے ہیں۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی وہ ایمان سوز اور شرانگیز لٹریچر ہے جو چند ایسے صیہونی ایجنٹوں کی جانب سے عامۃ المسلمین میں بڑے پیمانے میں مفت تقسیم کیا جارہا ہے جنہوں نے چند درہم و دینار اور ڈالر اور ریال کے عوض اپنے ایمان کا سودا کرلیا ہے۔ چنانچہ آج کل اردو میں ایک نہایت گمراہ کن اور گمنام کتابچہ شہر کی بستی بستی اور اضلاع کے قریہ قریہ اور دیہات میں ہزاروں کی تعداد میں بلاقیمت تقسیم کیا جارہا ہے جس پر شائع کنندہ کی حیثیت سے کسی شخص یا جماعت یا تنظیم کا کوئی نام ہی درج نہیں ہے۔ کتابچہ کے سرورق کی پیشانی پر جلی حروف میں کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کے

تحت متحد: قرآنی آیات کے بالکل غلط اور من گھڑت ترجمہ و مفہوم کے ذریعہ اولیاء اللہ کی شان میں دل کھول کر بے ادبیاں کی گئی ہیں۔ مسلک اہل سنت و جماعت پر جی بھر کر کیچڑ اچھالا گیا اور سنی مسلمانوں کی خوب دل آزاری کی گئی ہے۔

"جواب جاہلاں باشد خموشی"

لیکن محض نوجوان اور دیگر سادہ لوح مسلم بھائیوں تک صحیح علمی معلومات پہنچانے اور انکے عقیدے کو گمراہ ہونے سے بتوفیق الٰہی بچانے کے نیک مقصد سے "عظمت اولیاء کرام" کے نام سے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔ جس میں قرآن و حدیث کے حوالوں سے اولیاء اللہ کی عظمت، ان کے اختیارات، تصرفات و کرامات، ان کے وسیلہ سے استمداد و استعانت اور بعد وصال ان کی زندگی وغیرہ سے متعلق تفصیلی معلومات دی گئی ہیں جس کے ذریعہ مذکورہ بالا گمراہ کن کتابچہ کا سارا دروغ و فریب بے نقاب ہو جائے گا۔

اولیاء اللہ کے خلاف تقسیم کردہ ان اشتعال انگیز کتابچوں کا سب سے بڑا فریب یہ ہے کہ کفار سے متعلق قرآنی آیات کو مسلمانوں پر یعنی بتوں، درختوں اور پتھروں اور چاند سورج وغیرہ جیسے باطل معبودوں سے متعلق قرآنی آیات کو انبیاء کرام اور اولیاء اللہ پر چسپاں کر کے بتایا گیا ہے۔ اور ترجمہ میں جگہ جگہ "پیر پیغمبر" کے الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے جن کا آیت میں ذکر تک نہیں ہے۔ قرآنی آیت کے لفظ "یدعون بمعنی پکارتے ہیں" اخذ کر کے یا رسول اللہ، یا غوث وغیرہ کے پکارنے کو شرک سے تعبیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن تفاسیر مثلاً تفسیر جلالین میں یدعون کی تفسیر یعبدون سے بمعنی پوجنا کی گئی ہے ورنہ خدا کے سوا کسی دوسرے کو صرف پکارنا ہی اگر شرک ہو جائے تو پھر زندہ ہو کہ مردہ، نزدیک ہو کہ دور، باپ ہو کہ ماں، بھائی ہو کہ بہن ان سب کو صرف پکارنا ہی شرک ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں تو دنیا بھر میں شرک سے کوئی بھی فرد بچ نہیں سکے گا۔ شریعت میں شرک کے معنی ہیں خدا کے غیر کو خدا کی

ذات یا صفات میں شریک کرنا۔ پھر کسی غیر خدا کو صرف پکارنا بھلا خدا کی ذات یا صفات میں شریک کرنا کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

قرآنی آیات کا من مانی ترجمہ کرنے اور اس کی من گھڑت تشریح اپنی رائے سے بیان کرنے والے کے بارے میں صحیح حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ کا یہ ارشاد ہے کہ "جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کی اس کا ٹھکانا جہنم ہے"۔ اسی طرح اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنے والوں سے متعلق حدیث قدسی میں ارشاد ربانی ہے کہ "جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے" علاوہ ازیں اس گمراہ کن لٹریچر میں وسیلہ کا مفہوم توڑ موڑ کر بالکل غلط پیش کرتے ہوئے، "وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" کی من مانی تشریح کی گئی ہے۔ حالانکہ جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے کے مصداق وہابیوں اور بد عقیدوں کے پیشوا محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی نے کتاب "صراط مستقیم" میں وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ "اہل سلوک اس آیت کو سلوک کی طرف اشارہ سمجھتے اور وسیلہ مرشد کو جانتے ہیں۔ پس حقیقی نجات کے لئے مجاہدہ سے پہلے مرشد کا ڈھونڈنا ضروری ہے اسی واسطے رہبر کے سوا راستہ پالینا نہایت نادر اور کمیاب ہے"

کتابچہ نگار نے حصول برکت کے لئے کلمہ طیبہ، آیت کریمہ اور درود وسلام کا پڑھنا اور بخاری و قرآن ختم کرنا نیز متبرک راتوں کا صلوۃ التسبیح وغیرہ عبادات سے اہتمام کرنا یہ سب کچھ شرک قرار دیا ہے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ حالانکہ یہ سب کچھ قرآن و حدیث سے ثابت اور عین عبادت ہے۔ اسلاف کرام تو مشرکوں، اور کافروں کو مومن و مسلمان بنایا کرتے تھے اور ان بے دینوں کا یہ کمال ہے کہ مومنوں کو کافر و مشرک بنائے جارہے ہیں۔ بہرحال اس گمراہ کن کتابچہ کی ساری بکواس کے جملہ تشفی بخش مدلل جوابات بحوالہ قرآن و حدیث آپ کو کتاب ہذا میں مل جائینگے۔ جس کے پڑھنے کے بعد ایمان تازہ ہوجائے گا۔ اللہ والوں سے عقیدت میں اضافہ ہوگا۔ ان اولیاء اللہ

سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا سلیقہ حاصل ہوگا اور ارشاد ربانی " کونوا مع الصادقین " کے مطابق ان سچے اور سانچے محبوبان خدا کا ساتھ دنیا و آخرت میں نصیب ہوجائے گا۔ خود پڑھنے کے بعد اپنے اقارب و احباب کو بھی یہ کتاب پڑھنے کے لئے دے کر اس کا اجر کثیر کمائے تاکہ مسلک اہل سنت و جماعت کی حقانیت اور صداقت سے حتی المقدور وہ اصحاب بھی واقف ہوجائیں۔

واضح باد کہ بجلی کے تاروں میں اسی تار سے کنکشن ملانے پر روشنی وغیرہ حاصل ہوگی جس میں کہ برقی رو یعنی Current موجود ہو۔ ایسے ہی تار کو Live Wire کہتے ہیں۔ اسی طرح ارشاد نبوی کے مطابق آپ کی امت (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور جس فرقہ میں فیضان نبوت کا کرنٹ موجود ہے وہ زندہ فرقہ اہل سنت و جماعت ہے۔ کیونکہ اسی سنی فرقہ میں اولیاء اللہ کی روشنی تا صبح قیامت جاری و ساری رہیگی لہذا یہی ایک فرقہ اہل سنت و جماعت Live Wire کی تعریف میں آتا ہے۔ دیگر (۷۲) فرقوں میں چونکہ اولیاء اللہ ہوتے ہی نہیں لہذا وہ اولیاء کرام کے وجود کا اور ان کے تصرفات و کمالات کا ہی سرے سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ عرصہ سے کئی مخلصین و محبین کا بے حد اصرار تھا کہ عظمت والدین کی طرح اولیاء اللہ کی عظمت پر بھی ایک کتاب لکھوں چنانچہ " عظمت اولیاء کرام " کے نام سے الحمد اللہ یہ کتاب کمپیوٹر کتابت، عمدہ کاغذ، اور نفیس طباعت وغیرہ کئی خوبیوں سے مزین ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچ چکی ہے، خدا کرے کہ بارگاہ ایزدی میں میری اس ناچیز کوشش کو شرف قبولیت حاصل ہو۔

" عظمت والدین " کی طرح " عظمت اولیاء کرام " کی اشاعت میں بھی مشائخ عظام الحاج مولانا سید شاہ مظہر حسینی قادری چشتی صابری سجادہ نشین و مشیر اعلیٰ کل ہند جمعیتہ المشائخ اور الحاج مولانا سید محمد عارف الدین جیلانی قادری چشتی نوری سجادہ نشین و معزز رکن عاملہ کل ہند جمعیتہ المشائخ نے کامل تعاون فرمایا جو ہر طرح قابل قدر اور

لائق تشکر ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے ایمان و عقائد کی حفاظت فرمائے ہمارے سب ہی برادران ملت کے قلوب کو عشق رسول و آل رسول کے ساتھ ساتھ اولیاء اللہ کی عظمت و عقیدت اور تعظیم واحترام کے سچے جذبات سے سرشار فرمائے اور ان ہی کے ساتھ ہمارا حشر فرمائے۔ آمین ثم آمین بحق طٰہٰ و یٰسٓ و الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ فقط

تصوف منزل نزد ہائیکورٹ

۱۰/ربیع الثانی ۱۴۱۸ مطابق ۱۵/اگست ۱۹۹۷ء

بروز جمعہ

درویش خیر اندیش

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری

(صدر کل ہند جمعیۃ المشائخ)

اہل سنت و جماعت کون ہیں ؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی روشنی میں صرف "اہل سنت و جماعت" ہی واحد سچا اور نجات پانے والا جنتی فرقہ ہے جو آج بھی دنیا بھر میں غالب ترین اکثریت رکھتا ہے۔ باقی سارے فرقوں کو آپ نے دوزخی قرار دیا ہے اب تک کئی جھوٹے اور گمراہ فرقے اسلام کے دعویدار بنکر پیدا ہوئے اور ہو رہے ہیں جن میں سے بعض تو خود کو اہل سنت و جماعت ظاہر کر کے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ لہذا پہچاننے کیلئے کہ سچا اور جنتی فرقہ کونسا ہے جھوٹے اور دوزخی فرقوں کے سب ہتھکنڈوں کا جاننا اور اصلی و نقلی میں فرق و تمیز کرنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح کسی بکرے کو شیر کا چمڑا پہنا دیا جائے تو وہ بکرا شیر نہیں بن جاتا اسی طرح کوئی فرقہ صرف نام کا استحصال کر کے حقیقی معنی میں "اہل سنت و جماعت" نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کی جاتی ہے کہ دراصل "اہل سنت و جماعت" کون ہیں تاکہ ہم جھوٹے اور گمراہ کن فرقوں سے ہوشیار رہ سکیں۔

مناسب ہوگا پہلے تینوں الفاظ اہل۔ سنت۔ جماعت۔ کے لغوی معنی اور اصطلاحی مفہوم کی مختصر سی تشریح کر دی جائے جو عربی الفاظ ہیں۔ "اہل" کا لفظ قرآن میں تنہا (۵۴) جگہ اور ضمائر کے ساتھ (۳۷) جگہ آیا ہے جس کے لغوی معنی ہیں کنبہ، خاندانی افراد، رشتہ دار، صاحب والا یا کسی مکتب عقیدہ کے پیرو وغیرہ۔ جماعت بمعنی آدمیوں کا گروہ، تنظیم یا پھر ایک امام کے پیچھے صف باندھے مقتدیوں کی نماز کے روح پرور نظارہ کو بھی شرعی اصطلاح میں جماعت کہتے ہیں۔

البتہ "سنت" کا لفظ قدرے زیادہ وضاحت طلب ہے۔ لغت میں سنت کے معنی ہیں خصلت، طبیعت، عادت، روش، چلن، راہ، طریقہ، رسم، دستور، قانون، شریعت، چہرہ یا اسکی گولائی (ملاحظہ ہوں لغات المنجد، المورد، قاموس، منتخب، لطائف، غیاث، فرہنگ آصفیہ) اردو لغت اور عام زبان میں مسلمان مردوں کی ایک شرعی رسم ختنہ کو بھی سنت کہا جاتا ہے۔ سنت کا لفظ قرآن کریم میں جملہ چودہ جگہ آیا ہے جن کے

منجملہ آٹھ آیات میں " سُنَّةُ اللّٰهِ " کے الفاظ ملتے ہیں ۔ سنت اللہ سے مراد اللہ کا دستور حکمت اور قانون قدرت ہے ۔ شریعت میں سنت سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے سارے فرامین ہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے وہ افعال و احوال بھی سنت ہیں جو مسلمانوں کے لیۓ قابل عمل و لائق اتباع ہوں ۔ اس تشریح کی روشنی میں عربی میں " اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ " اور فارسی و اردو میں " اہل سنت و جماعت " اصطلاحاً اسلام کے ایک ایسے فرقہ کا نام ہے جس کا عقیدہ و مسلک نصوص (کتاب و سنت) کے اعتبار سے نیز نقل و عقل اور تحقیق و تصدیق کے لحاظ سے اس قدر متوازن ، معقول ، مستند ، معتبر ، اطمینان بخش اور بآسانی ممکن العمل واقع ہوا ہے کہ آج دنیائے اسلام کی لگ بھگ دو تہائی اکثریت اسی مسلک کی حقانیت اور صداقت کو دل سے تسلیم کر کے اس کو اپنائے ہوئے ہے اور خود کو " اہل سنت و جماعت کہنے اور کہلانے میں نہایت فخر و ناز محسوس کرتی ہے ۔ لغت میں اسی مسلک اہل سنت و جماعت کے حامل ہر فرد کو " سنی " کہتے ہیں جس کی جمع " سنیت " ہے ۔

قرآن میں سورہ انعام کی آیت (۱۵۴) ہے " وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ " یعنی " اور یہ کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے تو اس پر چلو اور وہ راہیں اختیار نہ کرو جو تمہیں اس راستہ سے جدا کر دیں " ۔ جس سے یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ خداوند قدوس تک پہنچنے کا صرف ایک ہی راستہ ہے جو سیدھا ہے اور اسی راستہ کو " صراط مستقیم " فرمایا گیا نیز اسی پر چلنے کا حکم بھی دیا گیا ۔ اس ایک راستہ کے سوا دیگر راہیں چونکہ گمراہ کرنے والی اور صراط مستقیم سے جدا کر دینے والی ہیں اس لیۓ ان دیگر راہوں کو اختیار نہ کرنے کا حکم فرمایا گیا ۔ اس سیدھے راستے کو بنایا اللہ نے ، بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے اور اس پر چلے صحابہ کرام ، علمائے حق اور اولیاء اللہ کی مقدس جماعت اور اس کی پیروی کرنے والے ہی سچے مسلمان اور ایماندار ہیں کیونکہ یہی وہ آسان راہ بلکہ شاہراہ ہے جس میں کوئی کجی اور لپیٹ نہیں ، اس لیۓ اس جادۂ حق پر گامزن ہونے والا کسی ہیر پھیر کے بغیر بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے ۔ باقی دوسرے سب راستے منزل سے دور کرنے والے ہیں جس کی تصدیق نسائی ، احمد اور دارمی کی اس حدیث

شریف سے ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے بموجب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار صحابہ کو ایک سیدھا خط کھینچ کر دکھلایا اور فرمانے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا راستہ یعنی صراط مستقیم ہے ۔ پھر اسی خط مستقیم کی دائیں اور بائیں جانب آپ نے چند ٹیڑھی لکیریں بھی کھینچیں اور فرمایا کہ یہ سب وہ ٹیڑھے راستے ہیں کہ جس کے ہر موڑ پر ایک شیطان ہے اور اپنی طرف بلاتا ہے پھر آپ نے سورۂ انعام کی مذکورۂ بالا آیت تلاوت فرمائی ۔ اس کی مزید وضاحت ترمذی ، ابوداؤد اور احمد کی ایک حدیث شریف میں موجود اس فرمان نبوی سے ہوجاتی ہے جس کے راوی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں کہ " بنی اسرائیل یقیناً بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی جن میں ایک فرقہ کو چھوڑ کر سب کے سب دوزخی ہیں " ۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا یا رسول اللہ ! وہ ایک فرقہ کونسا ہے ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اس راستہ پر چلنے والے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں " ۔ یعنی جن کے عقائد صحابہ کے جیسے ہوں اور جن کے اعمال کی اصل عہد صحابہ میں موجود ہو وہی جنتی ہیں اور ہدایت یافتہ بھی ۔

ایک دوسری حدیث شریف میں اس نجات یافتہ جنتی واحد فرقہ کے بارے میں مزید وضاحت ہے جو ابو داؤد اور احمد میں بروایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کی گئی ہے کہ " بہتر (۷۲) فرقے دوزخی ہیں اور ایک فرقہ جنتی ہے اور وہ جماعت (یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ) ہے "

مذکورہ بالا دونوں احادیث کے بموجب نجات یافتہ اور جنتی ہونے کے لئے دو باتوں کی ضرورت ہے ایک تو سنت کی پیروی اور دوسرے جماعت صحابہ و مسلمین کے ساتھ رہنا ۔ اسی مناسبت سے ان دونوں حقانی ضرورتوں کے ترجمان واحد مسلک کا نام " اہل سنت و جماعت " ہوا ۔ جس میں سنت سے مراد رسول ، خلفاء و صحابہ کی سنت ہے اور جماعت میں ائمہ و مجتہدین ، فقہاء و علماء ، صوفیہ اور اولیاء اللہ سب شامل ہیں ۔

ان دونوں لوازمات نجات یعنی سنت اور جماعت کے بارے میں پیغمبر حق نے جابجا اور موقع بر موقع جو تاکید و تنبیہ فرمائی ہے اس کا کچھ ذکر جمیل بھی یہاں

مناسب ہوگا۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

(ا) جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

(ب) جس نے فساد کے وقت میری سنت کو مضبوط تھام لیا تو اس کو ایک سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ (مشکوۃ)

(ج) اللہ تعالیٰ امت مصطفیٰ کو گمراہی پر متفق نہ ہونے دے گا۔ جماعت پر اللہ کا دست کرم ہے۔ جو جماعت سے الگ رہا وہ دوزخ میں الگ جائے گا (ترمذی)

(د) سواد اعظم یعنی بڑے گروہ کی پیروی کرو کیونکہ جو الگ رہا وہ الگ ہی آگ میں جائے گا۔ (ابن ماجہ)

اس سے یہ حقیقت آشکار ہوگئی کہ سچے مذہب کی علامت اور ضمانت سنت اور جماعت کی پیروی میں مضمر ہے اور یہیں سے ائمہ کی "تقلید" کے لازم و ملزوم ہونے کا ثبوت بھی مل گیا جو مسلک اہل سنت و جماعت کی بنیاد ہے۔ اس مقصد نیک کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دینے والے ائمہ و مجتہدین اور فقہاء و علماء کی اتباع و تقلید کرنے اور ان کے راستہ کو اختیار کرنے کا حکم خود قرآنی آیات میں موجود ہے جن میں سے چند بطور نمونہ پیش ہیں۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء۔ ۵۹)

یعنی حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

(۲) وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ (لقمان۔ ۱۵)

یعنی اس کے راستہ پر چل جس نے میری طرف رجوع کیا۔

(۳) وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ۔ ۱۱۹)

یعنی اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

(۴) اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ (بقرہ۔ ۱۳)

یعنی تم ایسے ہی ایمان لاؤ جیسے اور لوگ (صحابہ) ایمان لائے۔

(۵) فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (نحل۔ ۴۳) یعنی تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

(٦) یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل ۔۷۱)

یعنی جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے ۔

(۷) فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَنَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ (توبہ ۔۱۲۲)

چنانچہ خیر القرون کے فوراً بعد تابعین وتبع تابعین نے اپنی خداداد بصیرت روحانی اور شعور عرفانی کے ذریعہ چار ائمہ کرام کے مسلک کو حقانی اور سنت و جماعت کی کسوٹی پر پورا پورا صادق اور معیاری پایا جن کے اسماء گرامی ہیں

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت ۔ امام شافعی محمد بن ادریس ۔ امام مالکی مالک بن انس ۔ امام حنبلی احمد بن محمد بن حنبل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن کے چاروں مسلک حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی کو ہی امت نے اصل مسلک اہل سنت و جماعت قرار دیا ہے ۔ اگرچہ کہ فروعی طور پر مسائل میں ان چاروں کے مابین کہیں کہیں اجتہادی فرق پایا جاتا ہے لیکن بنیادی طور پر چاروں عقائد و ایمان میں متفق ہیں اسی لئے ان چاروں ائمہ کی تقلید و پیروی کرنے والوں کو اہل سنت و جماعت یا سنی فرقہ کہا جاتا ہے ۔ ان چاروں سے ہٹ کر دیگر سارے فرقوں کے لئے غیر سنی یا غیر مقلد کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے ۔

نوٹ ۔۔ "عظمت اولیاء کرام" کے نام سے کتاب ہذا میں مسلک اہل سنت و جماعت کے عقائد کی ہی پوری پوری ترجمانی کی گئی ہے ۔ جس کی کسوٹی پر قارئین باسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ آج کل "اہل سنت و جماعت" کے نام سے بعض ادارے اور تنظیمیں اپنی جانب سے جو گمراہ کن قرآنی تراجم وتفاسیر اور دینی لٹریچر شائع کر رہے ہیں ۔ وہ ہرگز ہرگز سنی نہیں بلکہ سنیت کے لبادہ میں تلبیس مسلکی کا مذموم کام انجام دیتے ہوئے ناواقف مسلمانوں کو علانیہ فریب دے رہے ہیں اور جن سے سنیوں کو نہایت ہوشیار اور خبردار رہنے کی ضرورت ہے ۔

اولیاء اللہ کون ہیں

اولیاء جمع ہے لفظ ولی کی جو مشتق ہے "ولا" سے بمعنی قرب یا نصرت ۔ ولی کے لغوی معنی ہیں محبت والا، نصرت والا، نزدیک، دوست، مددگار، کارساز، متصرف مالک، حاکم، حلیف، محافظ، پارسا، دستگیر اور مشکل کشا وغیرہ (ملاحظہ ہو لغات المنجد، المورد، منتخب، غیاث، فرہنگ وغیرہ) ۔

قرآن حکیم میں ولی کا لفظ جملہ (۴۴) جگہ اور اولیاء کا لفظ جملہ (۴۲) جگہ آیا ہے ۔ لیکن کلام الٰہی میں "اولیاء" کا لفظ دو طرح ملتا ہے ۔ ایک تو اللہ کے مقبول بندوں کی شان و عظمت میں جنھیں "اولیاء اللہ" کے لقب سے یاد فرمایا گیا (سورہ یونس ۔ ۶۲) اور دوسرے اللہ کے مردودوں کیلئے جیسے "اَوْلِيَآؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ" (بقرہ ۔ ۲۵۷) یا اولیاء الشیطان (نساء ۔ ۷۶) یا اولیاء من دون اللہ (نساء ۔ ۱۱۹) ۔ مگر مسلمانوں کے نزدیک عرف عام میں اولیاء سے مراد اولیاء اللہ ہی ہوتے ہیں جنھیں خداوند قدوس کا قرب خاص نصیب ہوتا ہے، جو اللہ کے دین کے مددگار ہوتے ہیں اور جن کے ہر کام میں نصرت و حمایت الٰہی شامل رہتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے ہی مقبول بندوں کیلئے قرآن میں ایک جگہ (یونس ۔ ۶۲) اگرچہ اولیاء اللہ کے لقب سے یاد فرمایا گیا ہے لیکن دیگر کئی قرآنی آیات میں ان محبوبان خدا کو انکی صفات حمیدہ کی نسبت سے دیگر متعدد القاب کے ساتھ بھی یاد فرمایا گیا ہے جیسے صالحین، متقین، مومنین، اوابین، توابین، مخلصین، خائفین، خاشعین، صابرین، مجتبین، محسنین، صادقین، متصدقین، شاکرین، زاہدین، فائزین، منفقین، مبشرین، مقربین اور کاظمین وغیرہ ۔ قرآن میں یہ واضح اشارہ دیا گیا ہے کہ شیطان پر بھروسہ کرنے والے، اولیائے شیطان کو اپنا مددگار اور وسیلہ بناتے ہیں اور ہم اللہ اور رسول پر ایمان اور بھروسہ رکھنے والے اولیاء اللہ کو اپنا

مددگار اور وسیلہ بناتے ہیں۔ احادیث شریفہ میں بھی کئی جگہ ان اولیاء کرام کا ذکر جمیل موجود ہے۔

فیضان نبوت کا وسیلہ اولیاء ہیں :۔

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب چونکہ قیامت تک کوئی نبی آنے والا ہرگز نہیں اس لئے فیضان نبوت ان ہی اولیاء اللہ سے تاابد جاری و ساری رہے گا۔ جس طرح بجلی کے پاور ہاوز سے کھمبوں اور تاروں کے ذریعہ بجلی تقسیم ہوتی ہے اسی طرح مدینۂ طیبہ کے پاور ہاوز سے علماء حق کے کھمبوں اور اولیاء اللہ کے تاروں کے ذریعہ فیضان نبوت کی روشنی کی تقسیم کا قدرتی نظام قائم ہے۔ لہٰذا جیسے دنیا میں بجلی کا تار کاٹنے والا دنیاوی حکومت کا مجرم ہے اسی طرح اولیاء اللہ کا تار کاٹنے والا بھی حکومت ربانیہ کا دشمن اور مجرم ہوتا ہے۔

اولیاء اللہ صرف اہل سنت و جماعت میں ہیں :۔

اہل سنت و جماعت کی حقانیت کی ایک ناقابل انکار دلیل یہ بھی ہے کہ صرف اور صرف اسی سنی مسلک والے فرقہ میں آج تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہے، پیدا ہورہے ہیں اور آئندہ بھی تاابد اسی طرح پیدا ہوتے رہینگے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس دین و مذہب میں اولیاء اللہ ہوں وہی سچا مذہب ہوتا ہے اور جو ولایت سے خالی ہو وہ جھوٹا مذہب ہے کیونکہ درخت کی اسی شاخ میں پھل پھول لگیں گے اور سرسبزی و شادابی ہوگی جو اپنی جڑ سے وابستہ اور مربوط ہو اور ایسی ہری بھری شاخ کی آبیاری جڑ سے ہوا کرتی ہے لیکن جو شاخ سوکھ جاتی ہے یا خشک ہوجاتی ہے تو اس کا رشتہ و تعلق اپنی جڑ سے ٹوٹ کر منقطع ہوجاتا ہے پھر تو وہ خشک لکڑی صرف آگ میں جلانے کے سوا کسی دوسرے کام کے لائق نہیں رہتی۔ لہٰذا صرف اہل سنت و جماعت میں اولیاء اللہ کی

موجودگی ہی اس مسلک کی حقانیت کی جیتی جاگتی دلیل ہے۔ چنانچہ حضرات حسن بصری، جنید بغدادی، داؤد طائی، بایزید بسطامی، معروف کرخی، سری سقطی، منصور حلاج، امام غزالی، حضور غوث اعظم، داتا گنج بخش، خواجہ غریب نواز، خواجہ باقی باللہ، خواجہ شہاب الدین سہروردی، خواجہ بہاء الدین نقشبندی، خواجہ بختیار کاکی، خواجہ فرید الدین گنج شکر، خواجہ نظام الدین محبوب الہٰی، خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی، خواجہ بندہ نواز گیسو دراز، راجو حسینی، بابا شرف الدین، یوسف صاحب شریف صاحب، برہنہ شاہ صاحب، مرزا سردار بیگ صاحب، آغا محمد داؤد صاحب، محمد حسین صاحب، شاہ خاموش، شیخ جی حالی، سعد اللہ صاحب نقشبندی۔ جہانگیر پیران وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ایسے ہی سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں اولیاء اللہ صرف اور صرف اہلسنت فرقہ میں ہوئے اور مستقبل میں بھی ولایت کے درخشاں ستارے آسمان اہلسنت پر ہی جگمگاتے نظر آئیں گے۔ کسی دوسرے فرقہ میں نہ کوئی ولی اللہ پیدا ہوا اور نہ کوئی ولی اللہ آئندہ پیدا ہوگا۔

دنیا کو اولیاء اللہ کی حاجت ہے :۔

جس طرح دنیا کو بارش اور آفتاب کی ہمیشہ ضرورت ہے اسی طرح علماء و اولیاء کی بھی دنیا کو سخت حاجت ہے جن کو مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارش نبوت کے تالاب فرمایا ہے۔ انبیائے کرام کی تشریف آوری کا مقصد خلق کی ظاہری و باطنی اصلاح ہے۔ سلسلہ نبوت ختم ہوجانے کے بعد یہ مشن اور یہ کام دو گروہوں کو سپرد ہوا۔ ظاہری اصلاح کے لئے علمائے دین کو ذمہ دار بنایا گیا تو باطنی صفائی اولیاء اللہ کے سپرد کی گئی۔ چونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک رہے گی اس لئے ضروری ہے کہ دونوں کے سارے کام انجام پاتے رہیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہ دونوں گروہ دنیا میں موجود رہیں۔

ایمان عالم دین سے ملتا ہے مگر ایمان کی حفاظت اولیاء کرام کے کرم سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں جماعتیں ہمارے ایمان و اعمال کے لئے گویا ایک پرندہ کے دو بازو یا ایک گاڑی کے دو پہیے جیسے ہیں جن کے وسیلے کے بغیر بارگاہ رب العالمین میں ہم پہنچ نہیں سکتے

اولیاء اللہ بے خوف بھی ہیں اور بے غم بھی :۔

سورہ یونس کی مشہور آیت ۶۲ ہے ”اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ“ : یعنی آگاہ ہو جاؤ! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ انھیں کوئی غم ہوگا۔

زمانۂ مستقبل میں ہونے والی کوئی ایسی بات جس سے انسان کے قلب پر دہشت اور گھبراہٹ طاری ہو تو اس کو عربی میں خوف اور اردو میں ڈر کہتے ہیں۔ اور زمانۂ ماضی میں کسی چیز کے نقصان سے انسان کے دل پر کوفت اور رنج کی کیفیت کو عربی میں حزن اور اردو میں غم کہتے ہیں لہذا اس آیت شریفہ سے یہ واضح ہے کہ ان اولیاء اللہ کو نہ آئندہ زمانے کی کسی بات کا ڈر ہوگا اور نہ گذشتہ زمانے کا کوئی غم ہے کیوں کہ جب اولیاء اللہ کو خدا مل گیا تو وہ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی ان سے ڈرتی ہے اس طرح وہ بے خوف بھی ہوگئے اور بے غم بھی۔

اولیاء اللہ کی دنیا و آخرت میں شان و رفعت :۔

سورہ یونس کی مذکورہ بالا آیت کے آگے باری تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی مزید عظمت و رفعت یوں بیان فرمائی ہے ”اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ“ یعنی: وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انھیں دنیوی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ اللہ کی آیتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی

ان آیات بینات کے مطابق ایمان و تقوی کا تاج ان اولیاء کرام کے سروں پر ہے اور دنیا و آخرت کے بارے میں خوشخبریوں کا مژدہ جانفزا خدا کی طرف سے ان کو اس طرح دیا گیا ہے کہ دنیا میں انھیں صاحب کرامت بنایا گیا ہے تو آخرت میں اللہ تعالی اپنے رضوان و غفران کی نعمت کے ساتھ انھیں جنت میں داخل فرمائیگا۔ اور یہ سب نعمتیں ایسی دائمی اور جاودانی ہیں کہ بقول اللہ کے اس میں نہ ذری بھی تبدیلی ہوگی اور نہ کوئی فرق آئے گا۔ اور یہی اولیاء اللہ کی دونوں جہان میں کامیابی اور فائز المرامی کا اعلان اور انکی عظمت و محبوبیت کا نشان ہے۔

اولیاء کو دیکھو تو خدا یاد آتا ہے :۔

اولیاء کرام کے صاف ستھرے اور آئینہ کی طرح مصفا قلوب در حقیقت انوار حقانی کے مرکز اور تجلیات ربانی کے مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں جلوہ گہ نور حق کی بدولت ان کے پاک چہرے بھی اس قدر نوانی اور بابرکت ہوتے ہیں کہ اہل نظر کا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان کے روئے منور کو دیکھتے ہی رہیں اور یہی بات ہے جو مشکوۃ کی ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اذا رؤا ذکر اللہ ۔ یعنی جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجاتا ہے ۔ گویا اللہ کے مقبول بندوں کی ملاقات اور زیارت کرنے سے اللہ کی یاد آجاتی ہے اور ایمان تازہ ہوجاتا ہے اسی لئے مولانا روم علیہ الرحمہ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں

ہر کہ خواہی ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضور اولیاء

(یعنی جو بھی خدا کی ہم نشینی اختیار کرنا چاہتا ہو تو اسے اولیاء کرام کی بارگاہ میں بیٹھنا چاہیے)

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

کیوں کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں تھوڑا سا وقت گزارنا بھی در حقیقت ایک سو سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جس میں ریاء و نمائش نہ ہو۔

بعض اولیاء اللہ پر انبیاء و شہداء کو رشک ہوگا :۔

ابو داؤد کی ایک حدیث میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جو انبیاء اور شہداء تو نہیں ہیں لیکن انبیاء اور شہدا ان کے مقام و مرتبہ پر رشک کریں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنھم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون ہونگے ؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو وہی لوگ ہوں گے جو قرابت داری یا دنیوی تعلقات کے بغیر اللہ کی رحمت سے لوگوں میں محبوب ہوگئے ہوں گے۔ پس خدا کی قسم ان کے چہرے منور ہوں گے اور انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ یونس کی یہی آیت اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ تلاوت فرمائی۔

اَولیاء کرام قدرت الٰہی کے مظہر ہیں :۔

بخاری شریف میں ہے "میں جب اپنے بندے کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اسکی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں ضرور بہ ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو ضرور بہ ضرور میں اس کو پناہ دیتا ہوں"۔

خداوند قدوس تو ہر قسم کے اعضاء ہاتھ پاؤں اور شکل و صورت سے بالکل پاک و منزہ ہے لہذا اس حدیث شریف کا یہی مطلب ہوا کہ اولیاء اللہ گویا اللہ کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں اور قدرت و طاقت الٰہی کے ان جلووں کی بدولت ان کے کان آنکھ ہاتھ اور پاؤں سے ایسے کام سرزد ہونے لگتے ہیں کہ ان کی قدرت کو دیکھ کر خدا کی قدرت و طاقت یاد آجاتی ہے ۔ بندہ جب محبوبیت کی اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا ناصر، معین اور مددگار بن جاتا ہے اور وہ بندہ اللہ کا ولی کہلاتا ہے ۔

اولیاء اللہ کے تصرفات واختیارات :۔

علامہ نبہانی اپنی معرکۃ الآراء تصنیف "جامع کرامات الاولیاء" میں رقمطراز ہیں "چونکہ ولی، قریب کو کہتے ہیں اس لئے جب بندہ کثرت طاعات و زیادتی اخلاص کی وجہ سے بارگاہ الٰہی کے قریب ہوتا ہے اور رب کریم اپنی رحمت، فضل اور احسان سے اپنے بندے کے قریب آجاتا ہے تو پھر یہ دونوں قرب مل کر ولایت کا خمیر بناتے ہیں" اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک ولی جب خداداد تصرفات کا حامل ہو جاتا ہے تو اس سے خلاف فطرت یا خرق عادت واقعات رونما ہو سکتے ہیں جنکو کرامات کہتے ہیں ۔

آگ میں جب یہ قدرت ہے کہ ہے وہ چند منٹوں میں لوہے کو اپنا رنگ اور اپنی گرمی کی کیفیت عطا کر سکتی ہے یا پھر پھولوں میں جب یہ طاقت ہے کہ چند دن ان پھولوں میں بسائی ہوئی تل کے تیل میں تک اپنی خوشبو اور مہک پیدا کر دیتے ہیں تو پھر ان سب کے خالق اور قادر مطلق میں معاذاللہ کیا اتنی قدرت و طاقت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو اپنی قدرت و طاقت کا جلوہ بخش دے اور اپنے جلال کی تجلیات ان محبوبوں میں پیدا کر دے ۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو اولیاء اللہ کے تصرفات، اختیارات اور کرامات کا قائل نہیں یا جو اللہ کے محبوب بندوں کی خداداد قدرت کو تسلیم نہ کرے تو در اصل وہ اللہ کی قدرت و طاقت کا ہی منکر ہے ۔

ارہاص، معجزہ، کرامت، استدراج :۔

۱) مخلوق کو دین کی حقانیت سے آشنا کرنے، گمراہی سے بچانے اور مصیبت میں انکی دستگیری کرنے کیلئے جو بھی واقعہ خلاف عقل و فطرت یا خرق عادت اگر انبیاء کرام میں سے کسی کے نبی ہونے سے قبل صادر ہو تو وہ "ارہاص" کہلاتا ہے۔

۲) اور ایسی ہی کوئی عجیب و غریب بات نبی بننے کے بعد ظاہر ہو تو اسکو "معجزہ" کہتے ہیں۔

چونکہ حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی یا رسول آنے والا ہی نہیں ہے لہذا اب مزید کسی سے ارہاص یا نئے معجزہ کے ظہور کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳) البتہ آپ کی امت میں قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جن سے جو خوارق عادات اور خلاف عقل و فطرت واقعہ صادر ہو تو اسکو "کرامت" کہتے ہیں۔

نوٹ: کسی نبی کا معجزہ ہو یا کسی ولی کی کرامت بلاشبہ یہ قادر مطلق کی عطا کردہ قدرت و طاقت کا نتیجہ ہے جسکے پس پشت ہمیشہ نصرت و حمایت الٰہی کار فرما رہتی ہے۔

۴) لیکن دنیا میں ہر جگہ اور ہر وقت اصل اور نقل ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔ صرف اہل نظر حضرات ہی اصل و نقل یا حق و باطل میں فرق و امتیاز کر سکتے ہیں۔ چنانچہ بعض کفار و مشرکین بھی چند محیر العقول شعبدے اور حبس دم کے ذریعہ تماشے کر کے یا سنیاسی جوگی اپنے کئی کرتب کر کے دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ مثلاً احادیث شریفہ سے ثابت ہے کہ کانا دجال تو قیامت کے قریب مردوں کو جلا کر اور بارش برسا کر محو حیرت کر دیگا۔ ایسے عجائبات کو "استدراج" کہتے ہیں جسکو اللہ تعالی کی غیبی تائید و حمایت ہرگز حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک عام انسان کو

حاصل مادی طاقت کی ریاضت و مشق کے کمال اور نظر بندی و مسمیرزم کے سوا اور کچھ نہیں ۔ واضح باد کہ انبیاء کرام کے معجزات اور اولیاء اللہ کے کرامات سے استدراج کو کوئی مماثلت ہرگز نہیں ۔

اولیاء اللہ کے کرامات حق ہیں :۔

اولیاء اللہ کے تصرفات و کرامات کے مسئلہ پر اہل حق کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا ۔ ہر زمانے کے علماء سلف و خلف کا اس بارے میں یہ متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ "کرامۃ الاولیاء حق" یعنی اولیاء اللہ کی کرامت ایک حقیقت ہے ۔ چنانچہ کرامت کی حقانیت کے ثبوت سے متعلق علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد نسفیہ میں لکھا ہے کہ "قرآن مجید، بی بی مریم سے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی سے کرامت ظاہر ہونے پر ناطق ہے اور جب کرامت کا واقع ہونا ثابت ہو گیا تو کرامت کے جائز ہونے پر ثبوت لانے کی کوئی ضرورت نہیں" بہرحال اولیاء اللہ کو خدا کی جانب سے عطا کردہ تصرفات و کرامات حق اور صحیح ہیں ۔ اولیاء کرام کی کرامات کا منکر نہایت گمراہ اور بڑا بد اعتقاد ہے ۔ اولیاء اللہ جب تک اس دنیا میں تشریف رکھتے ہیں تو انکے رشد و ہدایت کا فیض بلا امتیاز ساری انسانیت کے لئے عام ہوتا ہے ۔ خدائے برتر کی عبادت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کیلئے یہ برگزیدہ حضرات خداداد اختیارات کا پورا پورا صحیح استعمال کرتے ہیں اور اپنے خرق عادات اور کرامات کے ذریعہ مظلوموں کی دستگیری، دکھ بھروں کی خبر گیری اور مصیبت زدوں کی مشکل کشائی کرتے ہیں ۔ چنانچہ مردہ کو زندہ کرنا ۔ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دے کر بینا اور صحت یاب کر دینا اور مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا وغیرہ تمام خوارق اولیاء اللہ سے ممکن ہیں لیکن ہر ولی کے لئے کرامت کا ہونا بھی کوئی لازمی نہیں ۔ اہل سنت و جماعت کا یہ راسخ عقیدہ ہے

کہ اولیاء اللہ روئے زمین پر خدا کے فضل و احسان اور اسکے عون و مدد کے مظہر ہوتے ہیں۔

کرامت کی صورتین :۔

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ کبھی تو کرامت یہ ہے کہ ولی کی دعا قبول ہو جاتی ہے اور کبھی کسی ظاہری سبب کے بغیر دوران فاقہ طعام سامنے آجاتا ہے یا پیاس کے وقت پانی موجود ہو جاتا ہے یا مختصر سے وقت میں دور کا سفر طے ہو جاتا ہے یا دشمن کے ہتھکنڈوں سے نجات مل جاتی ہے یا ہاتف۔ اپنے خطاب کے ذریعہ بات سنا دیتا ہے۔

حضرت شہاب الدین سہروردی قدس سرہ اپنی کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں "بسا اوقات اولیائے کرام سے مختلف کرامات ظہور پذیر ہوتی ہیں مثلاً فضا سے ہاتف کی آواز، خود اپنے باطن سے آواز کا آنا، زمین کا ان کیلئے سمیٹ کر مختصر کر دیا جانا یا کچھ واقعات کا ان کے ظہور سے پہلے علم ہو جانا"

قرآن سے کرامت کا ثبوت :۔

ا) ضرورت کے وقت کھانا پانی سامنے حاضر ہو جانے کی کرامت بی بی مریم علیھا السلام سے ظاہر ہوئی جسکا ذکر سورہ آل عمران کی آیت (۳۷) میں موجود ہے کہ جب زکریا علیہ السلام بی بی مریم علیھا السلام کے پاس محراب میں داخل ہوتے تو بی بی کے پاس روزی پاتے۔ جب زکریا علیہ السلام نے پوچھا کہ اے مریم تیرے پاس یہ سب کہاں سے آیا؟ تو بی بی بولیں "قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ" یعنی وہ اللہ کے پاس سے ہے۔

(۲) قرآن ہی کے سورہ نمل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی آصف برخیا کے اختیار و تصرف اور کرامت کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے کہ بلقیس کا وزنی تخت جو (۸۰) گز لمبا، (۴۰) گز چوڑا اور (۳۰) گز اونچا تھا اور کئی

دیواروں کے اندر محفوظ بہت دور اتنے فاصلے پر تھا کہ اس تک پہنچنے کیلئے دو ماہ کی مسافت درکار ہوتی تھی۔ اس ولی نے آنکھ جھپکنے سے قبل سلیمان علیہ السلام کے سامنے اس تخت کو لاکر رکھدیا جس پر خوش ہوکر سلیمان علیہ السلام سے بے ساختہ کلمہ تشکر نکلا "هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ" (نمل۔ ۴۰)

(۳) اسی طرح سورہ مریم آیت (۲۵) میں ہیکہ حضرت عیسی علیہ السلام کی ولادت کے قبل دردزہ کے وقت بی بی مریم علیہا السلام جس وقت شہر سے دور بیت اللحم کے جنگل میں کھجور کے ایک خشک درخت کے پاس جا بیٹھی تھیں تو حکم الٰہی ہوا "وَهُزِّیٓ اِلَیْکِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَیْکِ رُطَباً جَنِیًّا ۝ فَکُلِیْ وَاشْرَبِیْ وَقَرِّیْ عَیْناً" یعنی اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلا۔ تجھ پر تازی پکی کھجوریں گرینگی۔ تو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی کر۔ امام سبکی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ اسطرح ستھری مریم علیہا السلام کو شوہر کے بغیر حمل ہوتا ہے، خشک کھجور کے تنے سے تازہ کھجوریں حاصل ہوتی ہیں اور بلا اسباب دو وقت انکے ہاں کھانا آجاتا ہے۔ چونکہ بی بی مریم علیہا السلام خدا کی ولیہ تھیں اور ان باتوں کا ان سے ظہور، کرامات ہی کا ظہور ہے۔

(۴) اسی طرح سورہ کہف۔ ۱۸ میں تفصیل دی گئی ہے کہ کس طرح اصحاب کہف سال ہا سال تک وَتَحْسَبُهُمْ اَیْقَاظاً وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ "یعنی اور تم انھیں جاگتا سمجھو اور وہ سوتے ہیں اور ہم انکی داہنی بائیں کروٹیں بدلتے ہیں۔ پھر آگے ارشاد ہے "وَکَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَیْهِ بِالْوَصِیْدِ" یعنی اور ان کا کتا اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے غار کی چوکھٹ پر ہے۔ یہ سب کچھ یقیناً اصحاب کہف کی خداداد کرامات ہی تو تھیں۔

چاروں عناصر پر اولیاء کا اختیار :۔

اس حقیقت سے کون آشنا نہیں کہ خالق اکبر نے ساری مخلوقات کو چار عناصر یعنی مٹی ، پانی ، ہوا اور آگ میں سے کسی ایک عنصر سے یا پھر انکی آپسی ترکیب کے ذریعہ پیدا فرمایا ہے ۔ قادر مطلق نے اپنی عنایت اور سرفرازی سے اپنے اولیاء کو وہ قدرت بخشی ہے کہ ان کی حکومت مٹی پر ہے ان کا تصرف پانی پر ہے ان کا اختیار ہوا پر ہے اور ان کی حکمرانی آگ پر بھی ہے اور جب یہ چاروں عناصر آب و خاک و نار و باد یعنی پانی مٹی ، آگ اور ہوا ان اولیائے کرام کے زیر تصرف و اختیار کر دئے گئے ہوں تو پھر ان عناصر اربعہ سے ترتیب شدہ ساری کائنات چاہے جمادات ہو کہ نباتات ، حشرات ہو کہ حیوانات ہر ایک پر ان کی سلطنت و حکمرانی کا سکہ بیٹھا ہوا ہے ۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

اولیاء را ہست قدرت ازالہ
تیر جستہ باز گردانند زراہ

یعنی اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ فضا میں چھوڑے ہوئے تیر کو پھر واپس لوٹا سکتے ہیں ۔

احادیث سے کرامات کا ثبوت :۔

قرآن کے علاوہ احادیث نبوی میں بھی اولیاء اللہ کے تصرفات اور حیرت انگیز کرامات کے بے شمار واقعات موجود ہیں ۔ ساری امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں افضل ترین اولیاء اللہ یعنی صحابہ کرام ہیں ۔ انھیں میں سے ایک جلیل القدر صحابی و خلیفہ رسول امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے چاروں عناصر پر صادر کردہ تصرفات و کرامات بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں ۔ اس کے ساتھ دیگر اولیاء کی بھی کرامات دی گئی ہیں ۔

اولیاء کا ہوا پر تصرف :-

خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار جمعہ کے دن مسجد نبوی کے منبر سے خطبہ کے دوران اچانک باآواز بلند پکار کر کہا "یَا سَارِیَ الْجَبَلْ" یعنی اے ساریہ! پہاڑ کا خیال رکھ۔ بعد میں اس کی تصدیق ہوی کہ آپ کی یہ آواز صحرا و دریا کی ہواؤں اور فضاؤں میں سے گزرتے ہوئے مدینہ منورہ سے بہت دور سرزمین نہاوند میں مصروف جہاد سپہ سالار حضرت ساریہ تک جا پہنچتی ہے اور دشمن کی چالوں کے خلاف رہنمائی کرتی ہے جس کی بدولت مسلمانوں کو فتح و کامرانی نصیب ہوئی۔ یہ ہوا کے عنصر پر آپ کے تصرف والی کرامت کی مثال ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

جب حضرت غریب نواز علیہ الرحمہ کے خلاف جادوگر جے پال جوگی اپنے سینکڑوں جادوگر شاگردوں کو شیروں پر سوار اور ہاتھوں میں آگ اگلتے ہوئے سانپوں کے ساتھ حملہ آور ہوا تو خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ نے ایک مشت خاک ان پر پھینکی جس سے آناً فاناً جادو ختم ہو گیا نہ کوئی شیر رہا اور نہ کوئی سانپ۔ آخرکار جے پال جوگی فرار ہوتے ہوئے ہوا میں اڑنے لگا۔ خواجہ صاحب نے ہوا پر اپنا تصرف دکھاتے ہوئے اپنے نعلین کو اس کے پیچھے ہوا میں پھینک دیا جو سیدھے جے پال کے سر پر برسنے شروع ہو گئے۔ مجبوراً وہ نیچے آیا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ سے معذرت چاہی اور آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر لیا۔

اولیاء کا پانی پر تصرف

عہد فاروقی میں ایک بار مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا اور حسب رواج رعایا ایک زندہ حسین لڑکی کو دریا کی بھینٹ چڑھانا چاہتی تھی خلیفتہ المسلمین نے گورنر مصر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد کے ذریعہ ایک نادر و بے مثال خط روانہ فرمایا کہ اسے دریا میں ڈال دیں۔ جس میں لکھا تھا "یہ خط بندہ خدا عمر بن

خطاب کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کے نام ہے۔ اے دریا! اگر تو اپنی ذات سے خود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری ضرورت نہیں اور اگر تو حکم الہی سے بہتا تھا تو پھر اللہ کے نام پر جاری ہوجا "۔ تاریخ شاہد ہے کہ دریا میں اس خط کو ڈالتے ہی دریائے نیل ایسا جاری ہوا کہ پھر کبھی خشک نہ ہوا (ازالۃ الخفا)

اسی طرح غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار دریائے دجلہ میں اتنا خطرناک سیلاب آیا کہ بغداد کو غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ اہل بغداد فریاد لئے بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوئے تو آپ اپنا عصا لیکر اٹھے اور دریا کے کنارے جاکر اپنا عصا دریا کی پرانی حد پر گاڑ دیا اور فرمایا کہ اے دجلہ! خبردار اپنی حد سے آگے نہ بڑھنا۔ اس کے بعد فوراً ہی دجلہ کی طغیانی ختم ہونے لگی اور آہستہ آہستہ پانی اپنی اصلی حد پر پہنچ گیا (بہجۃ الاسرار)

آگ پر اولیاء کا تصرف

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آگ پر تصرف کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ آپکی خلافت کے زمانہ میں ایک بار ایک پہاڑ سے ایسی خوفناک آگ پھیلی کہ کئی بستیوں کو جلاکر خاکستر کر ڈالا۔ آپ نے اپنی چادر مبارک دیتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ "اس خطرناک آگ کو میری یہ چادر دکھلا دو "چنانچہ چادر فاروقی آگ کے سامنے لانا ہی تھا کہ ساری آگ فوراً سمٹ کر پہاڑوں کے اندر غائب ہوگئی۔ (ازالۃ الخفا)

مشہور تابعی ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ کی مشہور کرامت ہے کہ جب اسود بن قیس نے یمن میں نبوت کا دعوی کیا اور ابو مسلم رضی اللہ عنہ سے اپنی نبوت کے دعوے کو تسلیم کرانے کی جملہ کوششوں میں ناکام ہوکر تھک گیا تو اس ظالم نے نہایت زبردست آگ سلگائی اور جب شعلے کافی بلند ہوگئے تو اس میں حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ کو پھینک دیا۔ اللہ کے اس بے خوف ولی کا یہ عالم تھا کہ آگ کے شعلوں

میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ٹہلتے رہے۔ یہاں تک کہ آگ بجھ کر راکھ کا ڈھیر ہو گئی مگر آپ کے جسم کو تو کیا بدن پر کے کپڑوں پر تک آگ کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم رضی اللہ عنہ سے ملاقات فرمائی اور فرط مسرت سے کہنے لگے "الحمد للہ خداوند کریم نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کے ایک ایسے شخص کا دیدار کیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا مگر زندہ و سلامت رہا"۔

گویا وہ اللہ کے خلیل کا معجزہ تھا تو یہ اللہ کے ولی ابو مسلم رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔

اولیاء کا مٹی پر تصرف :۔

اسی طرح عہد فاروقی میں ایک بار شدید زلزلہ سے زمین دہلنے لگی جس پر امیر المومنین خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ جلال میں آگئے اور حمد و ثناء کے بعد زمین پر ایک درہ مار کر آپ نے فرمایا "اے زمین! ساکن ہو جا، کیا میں نے تیرے اوپر عدل و انصاف نہیں کیا ہے" زمین فوراً ساکن ہو گئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔

ایک روز حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے راستہ میں ایک مسلمان اور ایک عیسائی کو آپس میں جھگڑتا دیکھا۔ عیسائی کہتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہیں کیونکہ حضرت مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ میرے آقاو پیغمبر کی بات تو بہت اونچی ہے جن کے غلاموں کے غلاموں کا میں غلام اور امتی ہوں۔ اگر میں مردے کو زندہ کر دوں تو کیا تو میرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی افضیلت کو تسلیم کر لے گا۔ اس نے کہا ہاں ضرور۔ آپ نے اس عیسائی سے کہا کہ کسی قدیم قبرستان کی کسی پرانی قبر کی نشاندہی کر تا کہ میں اس قبر کے مردے کو زمین میں سے نہ صرف زندہ اٹھا کر بتادوں بلکہ مرنے سے قبل

دنیا میں وہ مردہ جو بھی پیشہ کیا کرتا تھا وہی کام کرتا ہوا اٹھا دوں۔ چنانچہ اس نے ایک نہایت پرانی اور شکستہ قبر کی طرف اشارہ کیا جو کسی گویئے کی تھی۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے زمین کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مردے سے مخاطب ہو کر فرمایا "قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہِ" فوراً قبر شق ہوئی اور مردہ زندہ ہو کر گاتا ہوا باہر نکلا جسے دیکھ کر وہ عیسائی مسلمان ہو گیا۔

یہاں حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے دو اختیارات ظاہر ہوئے ایک تو زمین پر خدا داد اختیار کے آپ کے اشارہ پر وہ شق ہو گئی دوسری آپ کی کرامت یہ کہ اللہ کے حکم و اجازت سے ایک مردے کو گاتا ہوا زندہ فرما دیا۔

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

نگاہ ولایت کی وسعت :۔

پروردگار عالم کی عطا کردہ طاقت سے اولیاء کرام سب کچھ دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ ولایت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا تصرف کرتے ہیں اللہ کے برگزیدہ بندے چوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع و پیروی کے ذریعہ اپنے ظاہر کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو فاسد اعتقادات اور مذموم اخلاق سے صاف رکھتے ہیں اور ہمیشہ اپنے قلب و ذہن کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگائے رہتے ہیں اس لئے ان کی روحانی قوت اور علم و معرفت بھی قوی ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ایسے صالحین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان پر امور غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں۔

صاحب "مرقات" تو فرماتے ہیں کہ بدنی کثافتوں سے نجات پانے کے بعد

صالحین ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی جماعت) سے اپنا رشتہ قائم کر لیتے ہیں اور انھیں کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رہتا اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

امام زرقانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "غیب کی باتوں سے صالحین کی واقفیت کا سبب یہ ہے کہ مومن نور خداوندی سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔"

حضرت بہاء الدین نقشبندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے فرمایا کہ صالحین کی نظروں میں زمین سفرہ (یعنی دسترخوان) کی طرح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا، كَخَرْدَلَةٍ عَلٰى حُكْمِ اتِّصَالِ

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں پر نگاہ ڈالی تو ایسے نظر آئے جیسے کہ ہتھیلی میں رائی کا دانہ۔

مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

لوح محفوظ است پیش اولیاء
ہرچہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی اولیاء ماکان و مایکون اور تمام لوح محفوظ پر اللہ کی طرف سے مطلع ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ کے درجات :۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ولی دو طرح پر ہوتے ہیں۔ ایک تو تشریعی ولی جو سنت رسول کی کامل پیروی سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرے اور دوسرے تکوینی ولی جن کو عالم تمام کے سیاہ و سفید کے اختیارات عطا کئے جاتے ہیں وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا تصرف کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ سے دنیا کی کوئی

چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔

تکوینی اولیاء کے درجے بے انتہا ہیں جن میں بعض کے لئے ان کا لمان و پرہیزگاری ذریعہ ولایت ثابت ہوتا ہے تو بعض کے لئے خدا کا عطا کردہ عرفان، قربِ خاص اور فنا وغیرہ۔ لیکن ولایت ایک ایسا قرب خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم اور عطا پر موقوف ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ولایت فطری جو پیدائش سے حاصل ہو یعنی مادرزاد ولی جیسے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ جنھوں نے رمضان میں والدہ کا دودھ نہ پیا اور آپ کا دودھ پینا نہ پینا چاند ہونے نہ ہونے کی علامت ہوتی تھی۔

(۲) ولایت وہبی جو کسی اللہ والے کی نظر کرم سے حاصل ہو جیسا کہ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی ایک نگاہ عنایت سے چور جا کر ولی کامل بن گیا۔

(۳) ولایت کسبی۔ فضل رب کے بغیر اعمال شاقہ یا محنت و مشق سے ولایت کا درجہ آدمی خود حاصل نہیں کر سکتا البتہ اعمال حسنہ اور عبادات اس عطیہ الٰہی کے لئے ذریعہ ثابت ہو تو اس کو ولایت کسبی کہتے ہیں۔

باطنی نظام الٰہی :-

(۱) شیخ محمد عبدالباقی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالی کی مخلوق میں تین سو (۳۰۰) ایسے اولیاء ہیں کہ ان کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں۔ چالیس ایسے اولیاء کہ ان کے دل حضرت موسی علیہ السلام کے دل پر سات (۷) اولیاء کے دل، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر، پانچ (۵) اولیاء کے دل حضرت جبرئیل علیہ السلام کے دل پر، تین اولیاء کے دل حضرت میکائیل علیہ السلام کے دل پر اور ایک ولی کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہے۔ جب ان میں سے ایک فوت

ہوتا ہے تو تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور ان تین میں سے کوئی فوت ہو تو پانچ میں سے کوئی ، اور اگر ان پانچ میں سے کوئی فوت ہو تو سات میں سے کوئی اور اگر ان سات میں سے کوئی فوت ہو تو چالیس میں سے کوئی اور ان چالیس میں سے کوئی فوت ہو تو تین سو میں سے کوئی قائم مقام بنایا جاتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو عام بندوں میں جو سب سے زیادہ مستحق ہوتا ہے اس کو قائم مقام بنایا جاتا ہے ۔ انھیں کے وسیلے سے حیات ، موت ، بارش کا برسنا ، نباتات اگنا ، اور بلاؤں کا دفع ہونا وغیرہ سب کچھ واقعات ہوا کرتے ہیں اس حدیث کی رو سے گویا جملہ ۳۵۶ اولیاء پر مشتمل یہ ایک قدرتی باطنی نظام ہے جس کے ذریعہ قادر مطلق اپنے کارخانہ قدرت کے چلانے پر اپنی جانب سے ان برگزیدہ اولیاء کو مقرر اور مامور فرما کر انھیں اختیارات و تصرفات تفویض فرماتا ہے ۔ ان اولیاء تکوینی کے سوا باقی دیگر اولیاء شمار سے باہر ہیں ۔

(۲) روض الریاحین میں حضرت خضر علیہ السلام سے روایت ہے کہ تین سو (۳۰۰) ایسے خاص اولیاء اللہ ہیں کہ جن میں سے ستر (۷۰) نجباء ، چالیس (۴۰) ابدال ، دس نقباء ، سات عرفاء ، تین مختار اور ایک غوث ہوتا ہے ۔

(۳) ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس ہیں اور امناء سات خلفاء تین اور قطب عالم ایک ہے جس کو تینوں خلفاء کے سوا کوئی نہیں پہچانتا ۔

(۴) حضرت شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ قطب سے مرکز عالم قائم ہے اس کے دو وزیر ہوتے ہیں ایک داہنا وزیر جمالی اور اہل بقا سے ہے جو عالم ارواح کی حفاظت کرتا ہے اور دوسرا بایاں وزیر جلالی اور اہل فنا سے ہے جو عالم اجسام کی حفاظت کرتا ہے ان کے تحت چار اوتاد ہیں جو مشرق مغرب شمالی اور جنوب کے محافظ ہیں اور سات (۷) ابدال ایسے ہیں جو سبع اقلیم یعنی سات ولایتوں کے محافظ ہیں

(۵) فتح المبین میں ہے کہ اول قطب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ،

درمیان کے قطب حضرت غوث رضی اللہ عنہ اور آخر کے قطب حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۶) حضرت پیران پیر غوث اعظم دستگیر رضی اللہ عنہ کا اشارد ہے کہ میرے پاس ولایت، قطبیت، غوثیت، ابدالیت، اوتادیت، نقبائیت، نجبائیت علیحدہ علیحدہ ایسی ہی رکھی ہوئی ہے جس طرح تمہارے گھروں میں کپڑوں کے جوڑے کھوٹیوں پر لگے رہتے ہیں۔ جس وقت جو چاہتا ہوں وہ جوڑا پہن لیتا ہوں کبھی ولی ہوجاتا ہوں کبھی قطب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہوں کبھی ابدال کی شان دکھاتا ہوں کبھی اوتاد کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہوں اور کبھی نقیب کی تجلی میں رونما ہوتا ہوں کبھی نجبائیت کی جھلک بتاتا ہوں۔ میں تمہاری عقلوں سے دور ہوں مجھ کو تم کسی پر قیاس نہ کرو اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو مجھ میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

مجذوب اولیاء :-

مجذوب اسم مفعول ہے جو "جذب" سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں "کھینچنا" جب کسی کو مجذوب کہا جاتا ہے تو لازماً کسی قوی و غالب ہستی کو پہلے جاذب مان لیا جاتا ہے۔ کائنات کی سب سے بڑی طاقت اور قوت جذب کی مالک قادر مطلق کی ذات پاک ہے جو بلاشبہ جاذب حقیقی ہے۔ حق تعالیٰ جلا جلالہ جس بندے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی کو اصطلاح میں "مجذوب" کہتے ہیں۔ مجذوب دراصل اللہ تعالیٰ کے ہی وہ مقبول اور خاص بندے ہوتے ہیں جو نشہ عشق حقیقی میں عقل و دانش کھو بیٹھتے ہیں اور ہر وقت حسن الٰہی کے جلوؤں میں اتنے گم رہتے ہیں کہ انھیں اپنے سر پیر کا کچھ ہوش ہی نہیں ہوتا اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھتے ہیں ان کی ظاہری حالت دگرگوں ہوتی ہے کپڑے پھٹے پرانے ہوتے ہیں سر کے بال بکھرے ہوتے ہیں۔ چشم ظاہر بیں انھیں فاترالعقل اور مجنون سمجھتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مردان کامل ہوتے ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ" یعنی بہت سے ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے بال بکھرے ہوتے ہیں اور دروازوں سے دور کئے جاتے ہیں مگر ان کی شان یہ ہوتی ہیں کہ

اللہ پر قسم کر دیں تو اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح انکی زبان سے نکل جاتا ہے۔ محدثین کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ وہ کہدیں کہ "خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہو جائے گا" یا یوں کہیں "یا اللہ تجھے تیری ذات کی قسم یہ کام اس طرح کر دے" تو دونوں صورتوں میں وہ کام ان کے کہنے کے موافق ہو جائے گا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ان مجذوب حضرات کے اقوال و افعال پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے کیوں کہ وہ دائرہ عقل سے بالا ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم قندوزی علیہ الرحمہ نامی مجذوب بزرگ تھے جنھوں نے کھل کا ایک تکڑا چبا کر حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کو کھلایا جس کے ساتھ ہی خواجہ صاحب کی کایا پلٹ گئی تمام حجابات اٹھ گئے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ دل انوار الہیٰ کا مرکز بن گیا۔ اسی لئے میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس گرد آلود حالت میں کوئی نظر آجائے تو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیئے نہ جانے اس لباس میں کون خاصان خدا میں سے ہے جس کے مرتبہ سے ہم واقف نہ ہوں۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

دنیا کے خاکساروں کو حقارت سے مت دیکھ تو کیا جانے کہ اسی گرد میں ایک سوار بھی ہو

تمام اولیاء کا سر چشمہ فیضان رحمت اللعالمین ہیں:۔

اولیاء اللہ یوں تو سب کے سب مقبول بارگاہ الہیٰ ہوتے ہیں مگر ان کے نام اور کام اور سلسلے مختلف اور جداگانہ ہیں جس طرح تمام دریا۔ ایک ہی سمندر سے جاری ہوتے ہیں سب کا مبدا و منتہیٰ سمندر ہی ہے مگر کسی ایک راستہ سے گزرنے والا دریا گنگا کہلایا تو دوسرے راستہ سے گزرنے والا دریا۔ جمنا یا پھر پنجاب کے راستے

دریا، گزرا تو جہلم یا پنجاب نام ہو گیا۔ اسی طرح ولایت کے تمام دریاء اور نہریں حضرت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سمندر رحمت سے جاری ہوئیں اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی جاملتی ہیں۔ مگر جو نہر حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے سینہ سے ہوتی ہوئی آئی تو اسے قادری کہا گیا، جو خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ کے سینہ پر انوار سے گزرا تو اسے چشتی پکارا گیا، جو خواجہ بہاء الدین نقشبندی علیہ الرحمہ یا خواجہ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کے سینہ معرفت سے نہر جاری ہوئی تو اسے نقشبندی یا سہروردی سلسلہ کا نام دیا گیا۔ مبدا اور منتہیٰ سب کا ایک ہی ہے مگر راستوں کے فرق ہیں یعنی راستے الگ الگ ہیں مگر منزل مقصود سب کی ایک ہی ہے

اولیاء سے بے ادبی کی سزاء :۔

اولیاء اللہ کی بے خوفی اور ان کو حاصل خداداد طاقت و اختیارات سے متعلق قرآن و حدیث کے اس قدر روشن دلائل اور واضح اعلان کے باوجود اولیاء کرام کی کرامات اور ان کے تصرفات کا کوئی منکر ہو اور ان محبوبان خدا کے مقام و مرتبہ اور ان کی عظمت و شان کا قائل اور معترف نہ ہو تو یہ اس کی عقل کا فتور اور فہم کا قصور ہے جیسا کہ حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نغمہ طرازی فرماتے ہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

یعنی دن کے وقت اگر چمگادڑ کی آنکھ سورج کی روشنی کو نہ دیکھ سکے تو اس میں آفتاب کا کیا قصور ہے کیوں کہ آفتاب تو اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ عالم تمام میں ضیاء پاشی کرتا ہے البتہ یہ چمگادڑ کی آنکھ کا فتور ہے کہ وہ سورج کی روشنی کا جلوہ دیکھنے سے محروم ہے۔ قرآنی آیات کے مطابق اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنا اور ان کی عظمت و محبت اپنے دل میں رکھنا دراصل ایمان کی ہی علامت ہے اور ان اللہ والوں سے بغض و عناد رکھنا سراسر گمراہی و نقصان اور عتاب الٰہی کا سامان ہے۔

حدیث قدسی میں ہے "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" (مشکوۃ)

(مشکوٰۃ)

یعنی جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے ۔ گویا کسی ولی اللہ کی شان میں کوئی گستاخی یا ان سے کوئی دشمنی دراصل اللہ سے دشمنی کے مترادف ہے ۔ دوسرے معنی میں اولیاء کرام کی طرف دست گستاخی بڑھانا یا ان کی بے ادبی میں لب کشائی کی جرات کرنا اللہ تعالی کے غضب و عتاب کو دعوت دینا ہے اور بھلا کس کی شامت آئی ہے کہ اللہ سے جنگ کرنے کی ہمت کرے ۔

ایک بار محفل میں ایک بے ادب شخص نے حضرت غوث اعظمؒ کی جانب گستاخانہ انداز میں اپنا پاؤں دراز کر دیا اور دل میں کہنے لگا، وہ بھی میری طرح ہی ایک انسان تو ہیں مگر اس بے ادبی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب اس شخص نے اپنا پاؤں قریب کھینچنا چاہا تو اس کا پاؤں ہرگز قریب نہ آسکا بلکہ مرتے دم تک اس کا پاؤں اسی طرح اکڑا ہوا دراز ہی رہا اور وہ عیب دور نہ ہو سکا ۔

بعد وصال اہل اللہ کی زندگی کا قرآنی ثبوت :-

قرآن کریم میں تو صاف ارشاد باری تعالی ہے " وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ " (سورہ بقرہ آیت ۱۵۴)

یعنی اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے ۔ جب قرآن ان اللہ والوں کو زندہ کہہ رہا ہے تو کون ہے جو انھیں مردہ کہہ کر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرے ۔ اس آیت کے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ آیت تو شہداء کے بارے میں ہے جو تلوار سے راہ خدا میں مارے جائیں ۔ اس کا جواب تفسیر روح البیان میں یوں دیا گیا ہے کہ اس آیت میں کہیں تلوار کا ذکر ہی نہیں ہے البتہ راہ خدا میں قتل کیے جانے کا ذکر ہے تو خدا کی راہ میں یہ قتل لوہے کی تلوار سے بھی ہو سکتا ہے اور عشق الہی کی تلوار سے بھی قتل ہونا اس میں

داخل ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ کوئی ڈوب کر مرے، جل کر مرے یا طاعون میں مرے، عورت زچگی کی حالت میں مرے، طالب علم مسافر وغیرہ راستہ میں مرے تو یہ سب شہید کی تعریف میں ہیں حالاں کہ یہ سب لوہے کی تلوار سے قتل ہی نہیں ہوئے۔

قبر میں برزخی زندگی :-

جس طرح دنیا میں زندہ انسانوں سے بعض کے گھر اچھے اور بعض کے گھر برے ہوتے ہیں اسی طرح ہر مردہ کی قبر بھی ایک طرح کی نہیں ہوتی ایک ولی یا مومن نیکوکار کی قبر اچھی اور نورانی ہوتی ہے تو ایک کافر اور فاسق بدکار کی قبر بری اور تاریک ہوتی ہے۔ یہی بات ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ "کسی کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کسی کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔" تو پھر جنت کا باغ اور جہنم کا گڑھا یہ دونوں کس طرح یکساں اور برابر ہو سکتے ہیں؟

حدیث شریف میں ہے مردہ کو دفن کر کے جب لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں تو ہر قبر میں منکر و نکیر دو فرشتے آکر رب، دین اور نبی کے بارے میں تین سوال کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں اگر مردہ نیکوکار ہے تو ان تینوں کے جوابات اس طرح صحیح دے گا کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور یہ شکل مبارک اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ تو فوراً اللہ کی طرف سے فرشتہ اعلان کرتا ہے "میرے بندے نے سچ کہا لہذا اے فرشتو تم اس کی قبر میں اس کے لیے جنتی بستر بچھا دو اس کو جنتی لباس پہناؤ اور اس کی قبر میں جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو" چنانچہ اس کی قبر میں بہشت کی ہوا کے جھونکے اور جنتی خوشبو کی مہک آنے لگتی ہے اس کی قبر اتنی وسیع کر دی جاتی ہے کہ

جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک لمبی اور چوڑی ہو جاتی ہے۔

اگر مردہ کافر منافق یا بدکار ہو تو فرشتوں کے ہر سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے "ہائے ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔" اللہ کی جانب سے فرشتہ اعلان کرتا ہے اے فرشتو! یہ جھوٹا ہے لہذا اس کی قبر میں جہنمی بچھونا بچھا دو اس کی قبر میں جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو چنانچہ جہنم کی گرمی اور لو آنے لگتی ہے، اس کی قبر اس قدر تنگ و تاریک کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں دب کر دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں طرف ہو جاتی ہیں۔

بعد وصال اولیاء کی زندگی کے واقعات :۔

آئے دن سینکڑوں ایسے واقعات کا عینی مشاہدہ کیا گیا ہے جو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر غافلوں کو اس حقیقت سے خبردار کرتے ہیں کہ اللہ والے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جایا کرتے ہیں۔ اپنے وصال کے بعد بھی ان خاصان خدا کا مسکرانا، ہنسنا، قبر میں نماز اور کلام وغیرہ بے شمار ان کی ایسی کرامات ہیں جو ان کی نورانی برزخی زندگی کا بین ثبوت ہیں اور بہ بانگ دہل یہ اعلان کرتی ہیں۔

سرکار مدینہ کی الفت میں جو مرتے ہیں
اللہ کے وہ بندے زندہ ہیں مزاروں میں

ذیل میں نمونہ کے طور پر ہم ایسے ہی چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

۱۔ بخاری شریف میں ہے ولید بن عبدالملک کے دور حکومت میں مدینہ منورہ کے گورنر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ تھے جن کے حکم پر تعمیر کے دوران روضہ نبوی میں ایک پاؤں نظر آیا۔ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پائے مبارک سمجھ کر گھبرائے لیکن حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے شناخت کر کے تصدیق کی کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پائے مبارک ہے جن کی شہادت ۲۳ ہجری میں ہوئی اور ۶۴

برس بعد ۸۷ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جسم مبارک بالکل صحیح و سلامت رہا۔

۲۔ کتاب شرح الصدور میں نقل ہے کہ حضرت ربیع بن حراش علیہ الرحمہ اور ان کے بھائی حضرت ربعی علیہ الرحمہ دونوں مشہور محدث اور تابعی تھے۔ دونوں بھائیوں نے قسم کھائی تھی کہ خدا کی قسم ہم اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم جنتی ہیں جس کے بعد سے یہ دونوں بھائی عمر بھر کبھی نہیں ہنسے۔ ان کے انتقال کے بعد ان دونوں کو غسل دینے والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ ان کو غسل دیتے رہے برابر یہ دونوں مسکرا مسکرا کر ہنستے رہے۔

۳۔ شرح الصدور میں یہ بھی واقعہ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن معدان محدث علیہ الرحمہ بڑے عبادت گزار تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے علاوہ روزانہ تسبیح کے دانوں پر گن کر چالیس ہزار مرتبہ "سبحان اللہ" پڑھا کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد جب ان کو غسل کے تخت پر اٹھایا گیا تو ان کی وہ انگلی برابر حرکت کرتی رہی جس سے وہ تسبیح کے دانوں کو پھیرا کرتے تھے۔

۴۔ اسی کتاب میں لکھا ہے حضرت ثابت بن اسلم بنانی علیہ الرحمہ ایسے عالم ربانی تھے کہ پچاس برس تک ان کی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی تھی اور ہر روز صبح یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو قبر میں ضرور نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرما۔ آپ کی یہ دعا مقبول ہو گئی چنانچہ مشہور محدث حضرت جبیر علیہ الرحمہ قسم کھا کر بیان کرتے تھے کہ میں نے اور حمید محدث علیہ الرحمہ نے جب ثابت بن اسلم علیہ الرحمہ کو قبر میں اتارا اور ان کی لحد پر کچی اینٹیں جمانے لگے تو ناگہاں ایک اینٹ ٹوٹ کر گر پڑی اور قبر کھل گئی ہم دونوں نے دیکھا کہ ثابت بن اسلم علیہ الرحمہ قبر کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں۔

۵۔ مصنف دلائل الخیرات حضرت محمد بن سلیمان جزولی علیہ الرحمہ نماز فجر کے سجدے میں زہر کے اثر سے بتاریخ ۱۶/ ربیع الاول ۸۷۰ ہجری مطابق ۱۴۶۶ عیسوی شہید

ہوگئے اور "شہرسوس" کی مسجد میں آپ کی تدفین ہوئی۔ کوئی چھ لاکھ بارہ ہزار سے زیادہ آپ کے مریدین تھے تدفین سے ستر پر سات (۷۷) برس بعد آپ کو قبر سے نکال کر مراکش میں دفن کے لیے لائے تو آپ کا کفن بالکل صحیح و سالم اور بدن زندوں کی طرح نرم اور تروتازہ تھا۔ لوگوں نے آپ کے رخسار پر انگلی رکھ کر دبایا تو زندوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سرخی رخسار پر نمودار ہو گئی۔ قبر کھلتے ہی مشک و عنبر کی خوشبو مہک اٹھی۔ ایسے واقعات تو آج کل بھی عام مشاہدہ میں آتے ہیں کہ تعمیر یا کھدوائی کے دوران کسی اہل اللہ کی قدیم قبر نکل آئی تو صاحب قبر کا بدن تو بدن ان کے کفن کو تک زمین نے میلا اور گرد آلود نہ کیا ہو اور نعش مع کفن پھول کی طرح تروتازہ ہے۔

۶۔ سید العارفین حضرت اسد یافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "روض الریاحین" میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابو علی روزباری علیہ الرحمہ کے پاس چند اللہ والے بطور مہمان ٹھہرے تو ان میں سے ایک صاحب طویل بیمار ہو گئے۔ حضرت ابو علی علیہ الرحمہ نے قسم کھالی کہ ان کی عیادت میں ہی کروں گا۔ اور دن رات بیمار کی خدمت میں رہتے۔ حتی کہ ایک دن وہ چل بسے حضرت ابو علی علیہ الرحمہ نے ہی غسل بھی خود دیا کفن بھی خود پہنایا اور بعد نماز جنازہ قبر میں بھی خود لٹایا۔ آخری بار جب ان کے چہرے سے کفن ہٹا کر دیکھا تو ان کی دونوں آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ابو علی علیہ الرحمہ سے کہنے لگے۔ "اے ابو علی! قیامت کے روز میں تمہاری مدد کروں گا جس طرح تم نے یہاں میری مدد کی"

۷۔ فارسی مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ کے اشعار میں بعد وصال اولیا اللہ کے زندہ رہنے کا یہ ایمان افروز واقعہ لکھا ہے کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ اپنے مریدین و معتقدین کے ساتھ شہر رے کے علاقہ میں سے گزر رہے تھے کہ خرقان کی طرف سے انھیں خوشبو محسوس ہوئی جس سے آپ کی کیفیت عجیب و غریب ہو گئی چہرہ

کا رنگ کبھی سرخ اور کبھی سفید ہوتا۔ استفسار پر فرمایا کہ اس طرح سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے جو اتنے سال بعد فلاں تاریخ اس دنیا میں رونق افروز ہوگا اور جو ولایت و قطبیت کے عظیم درجہ پر فائز ہوگا اور اس کا نام ابوالحسن ہوگا۔ چنانچہ آپ کی پیشن گوئی کے عین مطابق ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ اسی سال اور اسی تاریخ پیدا ہوئے اور سن بلوغ کو پہنچے تو لوگوں نے ان سے بیان کیا کہ حضرت بایزید علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوالحسن میرا عقیدت مند ہوگا اور میری قبر پر آکر مجھ سے فیض حاصل کریگا۔ آپ نے کہا کہ ہاں مجھے خواب میں بھی یہی ہدایت ملی ہے چنانچہ روزانہ آپ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کی قبر شریف پر بوقت چاشت حاضری دیکر فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ ایک روز صبح قبرستان میں برف باری سے ساری قبریں چھپ گئی تھیں۔ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کے مزار کو ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ پہچان نہ سکے تو بڑے پریشان ہوئے۔ اچانک بایزید بسطامی علیہ الرحمہ کی قبر سے آواز آئی کہ میں تمھیں پکارتا ہوں تم میری طرف آو۔ اور ابوالحسن کو قبر کی شناخت ہوگئی۔ تو حاضر ہوکر فیض حاصل کیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلا کہ بایزید بسطامی علیہ الرحمہ وفات کے بعد بھی زندہ ہیں وہ اگر مرکر مٹی میں مل گئے ہوتے تو ان کی قبر سے اس طرح آواز ہرگز نہ سنائی دیتی۔

۸۔ تذکرہ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ میں لکھا ہے کہ وہ اپنے پیرو مرشد حضرت علاءالدین علیہ الرحمہ کے آستانہ شریف واقع پنڈوہ میں حاضر ہونے کے لیے گلبرگہ شریف سے جب روانہ ہوئے تو راہ میں صوبہ بہار کے مقام "منیر شریف" کے قریب پہنچے۔ اسی دن شرف الدین یحیی منیری علیہ الرحمہ کا وصال ہوا جس کے قبل انھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ ایک ایسے سید صحیح النسب پڑھائیں گے جو قرأت سبعہ کے حافظ ہیں اور عنقریب آنے والے ہیں۔ جب حضرت مخدوم اشرف علیہ الرحمہ منیر پہنچے اور استفسار پر وصیت کے مطابق سب علامات کی توثیق ہوگئی تو

آپ ہی نے نماز جنازہ پڑھائی اور یحیی منیری علیہ الرحمہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت یحیی منیری علیہ الرحمہ کا دست مبارک قبر سے باہر نکل آیا ہے جہاں کثرت سے لوگ جمع ہیں۔ حضرت مخدوم علیہ الرحمہ نے قبر کے پاس مراقبہ کر کے فرمایا کہ شیخ منیری علیہ الرحمہ کو مردان غیب سے ایک کلاہ ملی تھی جس کے بارے میں یہ وصیت کی گئی تھی کہ اسے میری قبر میں رکھدیا جائے مگر آپ لوگ بھول گئے۔ حضرت کا مبارک ہاتھ اسی ٹوپی کا مطالبہ کر رہا ہے وصیت کی تصدیق ہو گئی اور وہ ٹوپی لاکر جیسے ہی شیخ منیری علیہ الرحمہ کے ہاتھ پر رکھی گئی تو آپ نے فوراً اپنے ہاتھ کو قبر کے اندر کر لیا۔

۹۔ ملفوظات میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک بار آپ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری علیہ الرحمہ کے روضہ کے اندر قرآن مجید کی تلاوت فرمارہے تھے اتفاقاً سورہ کہف اور سورہ مریم میں ایک لفظ تلاوت کرنا بھول گئے اسی وقت حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی لحد مبارک سے آواز آئی کہ "تم ایک لفظ بھول گئے ہو، صحت کے ساتھ پڑھو۔"

۱۰۔ حقیر مولف کے نانا حضرت سید شاہ یٰسین پاشاہ قادری مشائخ نیکمال علیہ الرحمہ کے والد ماجد حضرت سید صاحب حسینی قادری علیہ الرحمہ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادری علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۳۴۹ ہجری) کے غسل جنازہ کے وقت کا ایک واقعہ تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ جب تختہ پر غسل کے لیے آپ کو لٹایا گیا تو سب نے دیکھا کہ پیرو مرشد کا سیدھا پاؤں تو ٹھیک ہے مگر بایاں پاؤں زانوں سے اونچا کھڑا ہے۔ ایک صاحب نے طعنہ دیتے ہوئے اعتراض کیا کہ اب یہ پاؤں کفن میں بھی اسی طرح ٹیڑھا رہے گا۔ حضرت صاحب حسینی قادری علیہ الرحمہ نے بظاہر مردہ حالت میں تختہ پر پڑے ہوئے اپنے پیرو مرشد سے مخاطب ہو کر التجا کی "اے پیر! اپنا پاؤں سیدھا فرمائیے" جس کے فوراً بعد سینکڑوں حاضرین نے عینی مشاہدہ کیا آپکا پاؤں خود بخود

راز ہو کر سیدھے پاؤں کے برابر ہو گیا۔ (ملاحظہ ہو مولف کی کتاب مقدس ٹیکمال)

۱۔ بریلی کے مشہور بزرگ مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۴۰۲ ہجری) کے جنازہ کو بھی جب تختہ پر غسل کے لیے لٹایا گیا تو حسب روایت ملبوسات اتار کر صرف ایک چادر جسم پر ڈال دی گئی۔ اچانک تیز ہوا چلی اور جسم پر کی چادر کھلنے لگی اور قریب تھا کہ ستر کھل کر برہنہ ہو جاتا لیکن مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی اور ہٹ جانے والی چادر کو آپ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیانی انگلی سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور ویسے ہی تھامے رہے اور غسل کے ختم تک اپنا ہاتھ نہ چھوڑا۔ (مفتی اعظم خصوصی نمبر)

بہرحال وصال کے بعد اولیاء اللہ بزرگان دین کی زندگی کے ایسے بے شمار واقعات پیش آئے اور آئے دن لوگ بچشم خود مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ صرف چند واقعات ہی درج کئے گئے ہیں۔

کمالات ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نور ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

ولیاء اللہ کی امداد :-

عارف باللہ مردان کاملین کی ارواح کو بارگاہ الٰہی میں اس قدر قرب و منزلت حاصل ہے کہ دنیوی زندگی کی طرح بلکہ اس سے بھی زائد کرامات و تصرفات بعد وصال ان کی ارواح کو منجانب اللہ عطا ہوتی ہیں۔ لیکن متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ جس طرح بزرگان دین کی دعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ طالبان امداد کی حاجت روائی و مشکل کشائی فرماتا ہے اسی طرح وفات کے بعد ان بزرگوں کی دعا کی وجہ سے اگر اللہ تعالیٰ کسی کی امداد فرمائے تو کچھ بعید نہیں کیوں کہ اولیاء اللہ کی حیات و ممات ہر دو حالت میں ان کی دعا میں تاثیر ہے حقیقی قاضی الحاجات اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اولیاء اللہ سے استمداد :۔

استمداد کے معنٰی ہیں مدد مانگنا ۔ استمداد کا ہی مفہوم رکھنے والے متبادل الفاظ استعانت ، استغاثہ اور توسل وغیرہ ہیں ۔ آج کل یہ بد عقیدگی عام کر دی گئی ہے کہ اللہ کے سوا غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے غیر خدا سے استمداد کو شرک کہا جارہا ہے ۔ حضرت شاہ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ "استمداد سے مراد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ داعی خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کو وسیلہ بناتا ہے یا پھر اس اللہ والے کو پکارتا ہے کہ "اے خدا کے خاص بندے اور ولی ! میرے لیے شفاعت کیجئے کہ میری مراد برآجائے اور میرا مطلوب عطا ہوجائے ۔ اگر لوگ اس کو شرک کہتے ہیں تو پھر زندگی میں بھی توسل اور طلب دعا کے روز مرہ کئی واقعات بھی شرک ہوجائیں گے ۔"

شریعت میں اس عقیدہ کے ساتھ کہ حقیقی امداد تو رب تعالٰی ہی کی ہے اولیاءِ کرام سے مدد مانگنا جائز ہے ۔ کیوں کہ اولیاء کرام دراصل رب تعالٰی ہی کی قدرت کے مظہر ہیں ۔ کسی جاہل سے جاہل مسلمان کا بھی نعوذ باللہ یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کسی ولی کو خدا سمجھتا ہے ۔

خاصان خدا ، خدا نباشد
لیکن ز خدا جدا نباشد

یعنی خدا کے خاص بندے خود خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا کی ذات سے وہ لوگ جدا بھی نہیں ہوتے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں کئی قرآنی آیات ، احادیث صحیحہ ، اقوال فقہا و محدثین بلکہ خود منکرین و مخالفین کے اقوال تک موجود ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے ۔

استمداد کا قرآن سے ثبوت :۔

قرآن پاک میں ایسی بے شمار آیات ہیں جس سے غیر اللہ سے مدد لینے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ ایسی چند آیات کریمہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (سورۂ بقرہ۔ ۲۳)

ترجمہ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

نوٹ۔ اس آیت میں کفار کو دعوت دی گئی کہ قرآن کی مثل ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لیے اپنے حمایتیوں کو بلا لو یعنی غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔

۲۔ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (سورۂ آل عمران۔ ۵۲)

ترجمہ۔ کہا مسیح نے کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

نوٹ۔ یہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

۳۔ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (سورہ مائدہ۔ ۲)

ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔

نوٹ۔ یہاں بھی ایک دوسرے کی (یعنی غیر اللہ) کی مدد کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورہ بقرہ۔ ۱۵۳)

ترجمہ ۔ مدد طلب کرو صبر اور نماز کے ساتھ ۔

نوٹ ۔ اس آیت میں مسلمانوں کو نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز و صبر دونوں غیر اللہ ہیں ۔

۵ ۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ (سورہ مائدہ ۔ ۵۵)

یعنی تمہارا مددگار اللہ اور رسول اور لمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے ۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مددگار ہیں اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار حقیقی ہے ۔ اور دوسرے سب رب کی عطا سے مجازی مددگار ہیں ۔

نوٹ ۔ اس آیت میں بھی اللہ کے رسول اور دوسرے مسلمانوں کی مددگاری کا ذکر ہے جو غیر اللہ ہیں ۔

استمداد کا احادیث سے ثبوت :۔

ا ۔ مشکوۃ شریف کے باب السجود و فضلہ میں حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "سل" یعنی کچھ مانگ لو ۔ انھوں نے جواب دیا "اسئلک مرافقتک فی الجنۃ" یعنی میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ اور مانگنا ہے ، تو انھوں نے عرض کیا بس صرف اتنا ہی ۔ تو سرکار نے فرمایا تم بھی اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو ۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے حضور سے جنت مانگی تو سرکار نے یہ نہ فرمایا کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر مجھ سے جنت کیوں مانگی اور نہ ہی حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال گزرا

کہ میں خدا کو چھوڑ کر غیر خدا سے کیوں مانگوں، بلکہ حضور نے تو یہ بھی فرمایا کہ جنت تو منظور ہے اس کے سوا اور کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو یہ خود غیر خدا سے مانگنے کا ثبوت ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام بھی خود فرماتے ہیں "اعنی" یعنی اے ربیعہ تم بھی اس کام میں نوافل سے میری مدد کرو۔ یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہوئی۔ اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے تحت حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ سرکار نے "سل" یعنی مانگو! فرماتے ہوئے کسی خاص شئے سے مقید نہیں فرمایا بلکہ سارا معاملہ حضور کے دست کریمانہ میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں ظاہر ہے کہ دوسروں کو دونوں جہاں وہی بخشے گا جب کہ خود ان کا مالک ہوگا لہذا سرکار کو رب تعالیٰ نے دو جہاں کا مالک بنایا ہے۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنادیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ واختیار میں

مالک دین بھی ہیں مالک دنیا بھی ہیں
دو جہاں ملتے ہیں یک آپ کے مل جانے سے

گویا حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے فیصلہ فرمادیا کہ دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو۔ اولاد مانگو، مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو وغیرہ وغیرہ۔ کسی صوفی مزاج شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

محمد از تو می خواہم خدارا
خدایا از تو عشق مصطفےٰ را

یعنی یا رسول اللہ! میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں اور اے اللہ! میں تجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مانگتا ہوں۔

۲۔ حصن حصین میں ہے جب مدد لینا چاہو تو تین بار کہو "یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ"

یعنی یوں پکارے کہ "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو"۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس کی شرح حرز الثمین میں یوں فرماتے ہیں جنگل میں جب کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دے کہ اے اللہ کے بندو! اسے روک دو۔ یہاں اللہ کے بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب غیر اللہ ہیں۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں روایت ہے کہ ملک شام میں چالیس (۴۰) ابدال رہتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس جگہ دوسرے کو مقرر فرمادیتا ہے اور چالیس کی تعداد پوری رہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ان کے طفیل ہی بارش ہوتی ہے ان کے طفیل دشمنوں پر فتح ملتی ہے اور انھیں کے طفیل اہل شام سے عذاب ٹلتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان اللہ والوں کے طفیل بارش ہوتی ہے فتح و نصرت بھی ملتی ہے اور عذاب بھی ٹلتا ہے۔ اور یہ سب غیر خدا ہیں۔

استمداد کے بارے میں مفسرین کے اقوال :۔

۱۔ تفسیر کبیر، روح البیان اور خازن میں آیت

فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ (سورۂ یوسف ۴۲)

ترجمہ "یوسف کئی برس جیل میں رہے" کے تحت لکھا ہے۔

اَلْاِسْتِعَانَۃُ بِالنَّاسِ فِیْ دَفْعِ الضَّرَرِ وَالظُّلْمِ جَائِزَۃٌ

یعنی مصیبت اور ظلم دور کرنے کے لیے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔

۲۔ تفسیر کبیر میں آیت شریف وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے

اَعِینُونِی عِبَادَ اللّٰہِ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے یہاں بھی غیر خدا سے امداد طلب کرنے کا حکم ہے۔

استمداد کے بارے میں فقہاء کے اقوال :۔

۱۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار جلد سوم باب اللقط کے آخر میں گم شدہ چیز کی تلاش کرنے کے لیے ایک عمل منقول ہے کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور چاہے کہ خدا وہ چیز اس کو واپس دلا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کرے پھر سیدی احمد ابن علوان علیہ الرحمہ کو ثواب پہنچائے اور یوں دعا کرے۔

"اے میرے آقا! اے احمد ابن علوان علیہ الرحمہ اگر آپ نے فلاں چیز نہ دی تو میں آپ کو دفتر اولیاء سے نکال دوں گا" ۔ پس اللہ تعالیٰ اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلا دے گا۔ یہاں بھی واضح ثبوت ہے کہ اس دعا میں غیر خدا حضرت سید احمد بن علوان علیہ الرحمہ کو مدد کے لیے پکارا بھی اور ان سے گم شدہ چیز طلب کی بھی اور یہ دعا کس نے بتائی حنفیوں کے فقیہ اعظم صاحب درمختار نے بتلائی۔

۲۔ شامی شریف کے مقدمہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی قبر پر میں برکت حاصل کرنے جاتا ہوں ۔ جب کبھی مجھے کوئی حاجت ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

مردوں سے استمداد :۔

عام طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ زندوں سے تو مدد لینا جائز ہے لیکن مرنے کے بعد مردوں سے استمداد جائز نہیں ہے ۔ پچھلے صفحات میں ہم نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ خاصان خدا مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں ۔ ذیل میں صالحین سلف کے اقوال اور

واقعات سے یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ زندگی کے بعد یعنی بعد وصال استمد

ہے ۔

۱۔ اشعۃ اللمعات میں نقل ہے ۔ امام غزالی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ " جس سے
میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے ۔ ایک جماع
ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی
چنانچہ حضرت سید احمد زردق علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں نے چار مشائخ کو خو
ہے کہ اپنی قبروں میں ایسا تصرف کرتے ہیں جیسے وہ اپنی زندگی میں تصرف کیے
تھے یا اس سے زیادہ ، جن کے اسماء گرامی شیخ معروف کرخی علیہ الرحمہ حضرت
اعظم رضی اللہ عنہ ، شیخ عقیل بہی علیہ الرحمہ ، اور شیخ ابن قیس علیہ الرحمہ ہیں
سے صرف چار بزرگوں کا حصر مراد نہیں بلکہ جو کچھ انھوں نے دیکھا بیان کیا ۔

۲۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ
قبولیت دعا کے لیے تریاق ہے ۔

۳۔ نزہتہ الخاطر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا
"جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا اور جو سختی کے
میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی
مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی ۔"

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ جن کو منکرین استمداد بھی مانتے ہیں ، ذ
ہیں اس کا بارہا تجربہ کیا گیا صحیح ثابت ہوا ۔

۴۔ حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا

"لَوِانْكَشَفَتْ عَوْرَةُ مُرِيْدِيْ بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَتَرْتُهَ

ترجمہ ۔ اگر میرے کسی مرید کا ستر مشرق میں برہنہ ہو جائے تو اگرچہ
مغرب میں بھی ہوں گا تو

ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب نزہتہ الخاطر میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل فرمایا۔

” مَنِ اسْتَغَاثَ بِیْ فِیْ کُرْبَۃٍ کَشَفْتُ عَنْہُ وَمَنْ نَادَانِیْ بِاِسْمِیْ فِیْ شِدَّۃٍ فَرَّجْتُ عَنْہُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِیْ اِلَی اللّٰہِ فِیْ حَاجَۃٍ قُضِیَتْ “

یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہوگا جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت دفع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

۵۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مدد فرمائی کہ شب معراج میں پچاس نمازوں کے بجائے پانچ نمازیں کرادیں۔ رب تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں مقرر فرمائیں پھر اپنے دونوں محبوبوں یعنی ایک کلیم علیہ السلام اور دوسرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پچاس کو کم کر کے پانچ فرمادیا۔ لہٰذا وفات کے بعد استمداد کے منکرین کو چاہیے کہ پچاس نمازیں ہی پڑھیں کیوں کہ غیر اللہ کی مدد شامل ہونے سے وہ پانچ ہوگئیں۔

۶۔ مشارق الانوار میں ابن جوزی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی مجلس میں آیا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہوگیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی روح کو ان کے جسم میں لوٹا دے تاکہ علم فقہ ان ہی سے مکمل کر سکوں۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق ہر روز صبح کے وقت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مزار پر آکر ان سے فقہ اور شریعت کے مسائل سنا کرتے تھے۔

ان دلائل سے بین ثبوت مل گیا کہ اولیاء اللہ سے نہ صرف ظاہری زندگی کے دوران بلکہ ان کے وصال کے بعد بھی برابر فیض حاصل ہوتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث

دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے وصال کے بعد ظاہری زندگی سے زیادہ امداد فرماتے ہیں اس لیے کہ اب وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کی طرف کامل متوجہ ہوجاتے ہیں۔

منکرین استمداد کے پیشواؤں کا عمل :۔

لطف کی بات یہ ہے کہ استمداد کے مخالفین اور منکرین کے پیشواؤں اور علماء نے خود استمداد کیا ہے جس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۱۔ مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنے قصائد قاسمی میں فرماتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامیٔ کار

اس شعر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد مانگی گئی ہے۔

۲۔ اور ان کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

۳۔ مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں "جو استعانت و استمداد باعتقاد علم وقدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم قدرت کسی دلیل سے ثابت ہوجائے تو جائز ہے خواہ جس سے مدد مانگی گئی وہ زندہ ہو کہ مردہ ہو۔"

۴۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شمیم الطیب کے عنوان سے اردو اشعار لکھے ہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے دریغ علانیہ امداد مانگی گئی ہے ان سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبی
کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی

جز تمہارے ہے کہاں میری پناہ
فوج کلفت مجھ پر آ غالب ہوئی

ابن عبداللہ زمانہ ہے خلاف
اے مرے مولیٰ خبر لیجے مری

بدعت کس کو کہتے ہیں :۔

لغت میں نئی چیز کو بدعت کہتے ہیں جیسا قرآن حکیم میں ہے۔
قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (احقاف۔۹)
یعنی اے محبوب! فرمادو کہ میں نیا رسول نہیں ہوں۔ خالق کردگار کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام بدیع بھی ہے بمعنی ہر نئی چیز کی خلقت فرمانے والا۔ لیکن اصطلاح شرع میں بدعت وہ چیز ہے جو حضور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے بعد ہوئی۔ جیسا کہ امام نووی علیہ الرحمہ کا مرقاۃ میں یہ قول ہے کہ "ایسی چیز جس کی مثال زمانہ سابق میں نہ ہو اس کو (لغت میں) بدعت کہتے ہیں۔ اور شرع میں بدعت یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کا ایجاد کرنا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ میں نہ تھی"

بدعت کے اقسام :۔

احادیث میں لفظ بدعت دو طرح سے مستعمل ہوا ہے۔ کہیں وصف ضلالت کے ساتھ تو کہیں وصف حسن و نعم کے ساتھ۔ مثلاً مشکوٰۃ کی یہ حدیث ملاحظہ ہو جہاں

نوٹ۔ اگر سنت موکدہ چھوٹ جائے تو وہ بدعت مکروہ تحریمی ہوگی اور اگر سنت غیر موکدہ ترک ہوجائے تو وہ بدعت مکروہ تنزیہی ہوگی۔

۵۔ **بدعت مباح** وہ نئی چیز جس کے کرنے نہ کرنے پر ثواب وعذاب نہیں مثلاً طعام میں کشادگی، عمدہ کپڑے پہننا، ریل یا ہوائی جہاز میں سفر کرنا وغیرہ۔

تفصیل بالا سے یہ اچھی طرح واضح ہوگیا کہ ہر بدعت حرام نہیں ہوتی بلکہ بدعتیں مستحب اور واجب بھی ہوتی ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایک حدیث میں "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کے جو الفاظ آئے ہیں تو اس کی شرح میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد عام مخصوص ہے" (مرقاۃ) یعنی جس طرح عموماً اولیاء کے لفظ سے اولیاء اللہ ہی مراد لئے جاتے ہیں حالانکہ اولیائے شیطان کا بھی قرآن میں ذکر ہے۔ یا پھر سنت کے لفظ سے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مبارک فعل وعمل مراد ہے جس کی پیروی کا امت کو شریعت میں حکم دیا گیا ہے۔ یہاں سنت حسنہ کے سوائے سنت سیئہ کا تصور ہی نہیں۔ بالکل اسی طرح عام طور پر صرف بدعت کے لفظ سے بدعت سیئہ" ہی مراد لی جاتی ہے لہذا اس حدیث شریف میں "کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" کا مطلب یہی ہے کہ ہر بدعت سیئہ سراسر گمراہی ہے۔

عرس سے کیا مراد ہے ؟

عرس "بضم و بضمتین" کے لغوی معنی ہیں شادی یا طعام عروسی (شادی کا کھانا) جیسا کہ غیاث، نصیر اور منتخب اللغات میں درج ہے۔ اسی مناسبت سے دولھا یا دولھن کو "عروس" کہتے ہیں۔ لیکن مجازاً یا اصطلاحاً عرس ان مراسم اور مجلس طعام کا نام ہے جو ہر سال وفات کے دن بزرگان دین کے فاتحہ کے سلسلہ میں منعقد ہوتی ہے

اللہ والوں کے یوم وصال کو عرس کہنے کی وجہ تسمیہ نیز شادی یا خوشی سے نسبت و تعلق ہونے کی وضاحت ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث سے ہوتی ہے جس میں

روایت کی گئی ہے کہ منکر ونکیر دونوں فرشتے جب کسی نیکوکار بندے کی تدفین کے بعد اس کی قبر میں اپنے سوالات کے صحیح جو بات سن کر مطمئن اور خوش ہو جاتے ہیں تو آخر میں فرشتے بحکم الہٰی اس مردے سے یوں کہتے ہیں۔

"نَم کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْسِ الَّذِیْ لَا یُوْقِظُہٗ اِلَّا اَحَبُّ اَھْلِہٖ اِلَیْہِ"

یعنی "اے مردے ! اب تو اس طرح میٹھی نیند سو جا جس طرح دولہن سوتی ہے کہ دولہن کو صرف وہی جگا سکتا ہے جو اس کے گھر والوں میں سب سے بڑھ کر اس کا محبوب ہے" یعنی اب تو اس وقت تک اپنی قبر میں میٹھی نیند سو جا جس وقت تک اللہ تعالیٰ تجھے نہ جگائے دوسرے الفاظ میں عاشقان حق کے حق میں غمکدہ دنیا سے کوچ کرنا گویا شادی و عروسی کے برابر ہوتا ہے اور حدیث بالا کی روشنی میں مزار کے منجہ خانے میں عروسی جان خواب نوشیں اور آسودہ ہوتی ہے۔ یہی بات ہے جس کی جانب حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اشارہ کرتے ہیں۔

عروسی بود نوبت ماتمت
اگر نیک روزے بود خاتمت

یعنی اگر خاتمہ نیک ہو تو موت سے ماتم جا کر خوشی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

چوں کہ مقبولان حق اور محبوبان خدا کا خدا سے وصال ان کے لیے عین فرحت و سرور کا باعث ہے اس لیے بزرگان دین کے "یوم وصال" کو اس حدیث شریف کی نسبت سے "عروس" کہنے لگے جو کثرت استعمال سے "عرس" بن گیا۔

عرس کے مقاصد اور تعین تاریخ کے فوائد :۔

اللہ والوں کے مراسم عرس سے صرف یہی منشا ہوتا ہے کہ سال میں ایک بار تمام معتقدین و متوسلین ایک جگہ جمع ہو کر خدا اور رسول کے ذکر اور توبہ و استغفار سے اپنے دلوں کو پاک و صاف کریں۔ کلام اللہ پڑھ کر صاحب مزار کی روح کو ہدیہ

ایصال ثواب کریں ۔ وہاں موجود دیگر قبور کی زیارت کریں ۔ صاحب عرس کی تعلیمات کو عام کریں ۔ وعظ کی مجالس اور ذکر و فکر کے حلقے مقرر کریں جن میں اولیاء اللہ کی عظمت کا تذکرہ بیان ہو ۔ ایصال ثواب کی خاطر شیرینی اور طعام وغیرہ سے فقراء مساکین ، غربا و مستحقین اور زائرین کی تواضع کریں ۔ اور ساتھ ساتھ منکرات و محرمات اور ممنوعات سے احتراز اور پرہیز کریں ۔

ایصال ثواب وغیرہ کی تکمیل تو کسی بھی دن ہو سکتی ہے لیکن ہر سال شہداء احد کے مزاروں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور زیارت قبور کے پیش نظر سالانہ عرس کے موقعہ پر سب کا اجتماع بھی یقیناً اتباع سنت کے مترادف ہے ۔ اس کے علاوہ عرس کی تاریخ کے تعین سے یہ بھی سہولت ہے کہ لوگ اسی تاریخ جمع ہو کر اجتماعی طور پر قرآن خوانی، کلمہ طیبہ اور درود پاک وغیرہ پڑھتے ہیں اس طرح بہت سی برکات جمع ہو جاتی ہیں نیز اس بزرگ و صاحب مزار کے معتقدین متوسلین اور مریدین کو اس خاص مقررہ تاریخ پر آئے ہوئے دیگر اپنے برادران طریقت اور پیر بھائیوں سے بلا تکلف شخصی طور پر آپس میں ملاقات کرنے کا موقع میسر آتا ہے ۔ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی ہے ۔ اس کے علاوہ ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ جو اصحاب کسی پیر کے طالب اور کسی مرشد کے متلاشی ہوں تو عرس کے موقعہ پر شرکت فرمانے والے مختلف مقامات کے پیران طریقت و بزرگان دین سے انھیں نیاز حاصل ہوتا ہے علماء و صوفیہ کا مجمع ہوتا ہے ان میں سے جس کی جانب عقیدت سے دل آگے بڑھے ان سے بیعت کر لی جا سکتی ہے ۔ چنانچہ حج و زیارت مدینہ منورہ کے لیے بھی جو تواریخ مقررہ ہوتی ہیں اس میں بھی یہ سب فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔

زیارتِ قبور اور عرس کا شرعی ثبوت :۔

۱۔ زیارت قبور اور عرس، سنت نبوی ہے اور حدیث شریف و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے ۔ چند حوالے درج ذیل ہیں ۔

صحیح حدیث کی کتاب "ابو داؤد" میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبل احد پر شہداء احد کی قبروں کی زیارت کے لیے ہر سال تشریف لے جاتے اور فرماتے "سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ"

۲۔ مشکوۃ شریف باب زیارت القبور کی ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "پہلے تم کو قبروں کی زیارت سے میں نے منع کیا تھا لیکن اب ضرور زیارت کیا کرو اس کی اجازت دیتا ہوں کیوں کہ قبروں کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے اور عبرت ہوتی ہے ۔"

نوٹ اس سے تو بلا قید و تعین زیارت قبور کا ثبوت ملتا ہے یعنی زیارت قبور روز کرو مہینے میں کرو یا سال میں کرو ۔ اکیلے جاؤ یا مجمع کے ساتھ جا کر زیارت قبور کرو یہ سب جائز ہے کوئی پابندی نہیں ہے ۔

۳۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبرستان میں اصحاب کرام کے سامنے وعظ فرمایا ۔

۴۔ کنز العمال میں ہے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں چار ہزار صحابی ملک یمن میں اس لیے گئے تھے کہ وہاں ایک بزرگ کے مقام کی زیارت کریں جو حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت سے موجود تھا ۔

۵۔ جب کوئی صحابی انصار میں سے انتقال فرماتے تو انصار ان کی قبر پر آیا کرتے اور ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن پڑھتے ۔

۶۔ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور بی بی خاتون جنت رضی اللہ عنہا شہدائے احد رضی اللہ عنہم کی نیز روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور دیگر قبور کی زیارت فرمایا کرتی تھیں ۔

۷۔ فقہ کی کتاب شامی جلد اول باب زیارت قبور میں ہے ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ہر سال شہدا احد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔

۸۔ تفسیر کبیر اور تفسیر در منثور میں ہے کہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لیجاتے ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء راشدین بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے (ابن منذر اور رد محتار سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے۔)

۹۔ تقسیم طعام و تبرک کے بارے میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فتاوی عزیزیہ میں فرماتے ہیں کہ "بہت سے لوگ جمع ہو کر تلاوت قرآن کریں اور شیرینی پر فاتحہ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں تو یہ بات اگر حضور اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہیں تھی بھی تو ایسا کرنے میں حرج نہیں بلکہ زندوں سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور صالحین کی قبروں سے برکت اور ایصال ثواب تلاوت قرآن، تقسیم شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھی طرح ثابت ہے۔ عرس کا دن اس لیے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی وفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کریں تو اچھا ہے۔"

۱۰۔ پیر حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی علیہ الرحمہ جو مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے پیرو مرشد بھی ہیں اپنی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" میں عرس کے جواز پر زور دیتے ہوئے خود اپنا عمل یوں بیان فرماتے ہیں۔ "فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیرو مرشد کی روح مبارک پر ایصال ثواب کرتا ہوں اول قرآن خوانی ہوتی ہے اور کبھی کبھی وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر ما حضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔"

۱۱۔ چند سال قبل تک سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء مدینہ منورہ حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ (حضور کے چچا) کا بڑے تزک

و احتشام کے ساتھ عرس کیا کرتے تھے جن کا مزار اقدس احد کے پہاڑ پر ہے اور جن کے مزار پر لکڑی کا خوبصورت قبہ بنا ہوا تھا۔ لیکن موجودہ سعودی حکومت وہابی عقائد باطلہ رکھتی ہے اس لیے اس حکومت نے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کے قبہ جات و مزارات وغیرہ جملہ آثار کو شہید کر کے بالکل مٹا دیا اور سالانہ عرس بھی موقوف ہو گیا۔

متذکرہ بالا معتبر کتابوں کے باوثوق حوالوں سے ثابت ہو چکا کہ جو امور کسی عرس میں انجام دیئے جاتے ہیں وہ سب شرعی طور پر جائز بلکہ باعث برکت و موجب ثواب ہیں۔

عرس سے متعلق فقہی مسائل :۔

۱ جس نے روزہ رکھا یا نماز پڑھی یا خیرات کی اور اس کا ثواب اپنے غیر کے لئے پہنچایا خواہ وہ غیر، مردہ ہو یا زندہ قرابت دار ہو یا بیگانہ شرعاً جائز ہے اہل سنت و جماعت کے مذہب میں اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے (ردالمحتار۔ شامی)

۲۔ جو کوئی آدمی مردے کے لیے یا اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو مردہ کو اس سے نفع پہنچتا ہے (شرح عقائد نسفیہ)

۳۔ قبروں کے پاس قرآن پڑھنا ہر حال میں نفع دیتا ہے (فتاوی قاضی خاں)

۴۔ مزاروں پر پھول اور سبزہ چڑھانا اچھا ہے بلکہ رفع عذاب کا باعث ہے اس کے سبز رہنے اور تسبیح پڑھنے سے میت کی انست ہے۔ اس کی قیمت خیرات کر دینا بہتر ہے۔ (ردالمحتار۔ فتاوی عالمگیریہ)

۵۔ سورہ دہر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا"

یعنی اور اس کی محبت میں مسکین، محتاج، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں۔

رد محتار میں ہے کہ نذر و منت کے بغیر ایصال ثواب کے لیے کوئی چیز پکا کر لوگوں کو کھلانا جس کو عام طور پر بزرگان دین کی نیاز شریف کہتے ہیں شرعاً جائز اور درست ہے۔ کیوں کہ یہ ہدیہ تحفہ کی تعریف میں ہے۔

عرس کے منہیات و ممنوعات :۔

قبرستان اور درگاہوں میں ناچ رنگ "گانا بجانا، کھیل تماشہ، شعبدہ بازی کرنا، قبروں کی بے حرمتی کرنا، قبروں پر اور درمیان میں بیٹھ کر کھانا کھانا نیز عورتوں کا بن سنور کر بے پردہ مردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا پھرنا یہ سب باتیں مراسم عرس میں نہیں ہیں بلکہ ممنوع ناجائز اور حرام ہیں۔

قبرستان میں آگ لیجانے کی ممانعت ہے (شامی) کیوں کہ نور سے نسبت رکھنے والی ان پاک ہستیوں کو نار (آگ) سے بھلا کیا نسبت ؟

اس لحاظ سے مزارات پر اگر بتیاں جلا کر لگانا اور مزار سے متصل عوددان میں آگ رکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ البتہ قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے وقت قرآن کی عظمت و بزرگی کے لیے عود و لوبان اور اگر بتی جلانا ہو تو فاصلہ پر رہے تاکہ اس کی خوشبو پہنچے مگر آگ مزار کے قریب نہ رہے۔

درمختار اور شامی میں ہے کہ نوبت نوازی، نقارہ اور دف وغیرہ اگر تفاخر اور بڑا پن ظاہر کرنے کے لیے ہو تو جائز نہیں ہاں البتہ کسی بات کا اعلان کرنے یا عوام کو آگاہ اور متنبہ کرنے کے لیے نقارہ، نوبت یا دف وغیرہ بجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ :۔

عام طور پر اکثر لوگ زیارت قبور کے صحیح طریقہ اور آداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کی معلومات کے لیے ذیل میں والدی و مرشدی حضرت مفتی و محدث دکن

علیہ الرحمہ کی کتاب "آداب زیارت قبور" کا مختصر اقتباس نقل کیا جاتا ہے تاکہ زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ معلوم ہو جائے۔

قبور کی زیارت مسنون و مستحب ہے۔ جب زیارت قبر کا ارادہ ہو تو گھر میں دو رکعتیں مستحب پڑھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کے لیے نور عطا فرمائے گا۔ اور نماز پڑھنے والے کے لیے بھی زیادہ ثواب دے گا۔

قبر کے پاس جانے سے قبل احتراماً پاؤں سے جوتے نکال دیں اور جس طرح زندگی میں صاحب قبر کے نزدیک یا دور رہنا ہوتا تھا اسی قدر زیارت کے وقت بھی لحاظ رکھیں۔ زیارت کے لیے پائیں سے جائیں سرہانے سے نہ جائیں۔ اہل قبر کے سینے کے مقابل اس طرح کھڑے ہوں کہ قبلہ کی طرف پشت اور قبر کی طرف اپنا چہرہ ہو۔ پھر اس طرح سلام کہیں۔

"اَلسَّلَام عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ وَنَسْاَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ"

جو شخص کسی قبر پر اس طرح پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس قبر والے سے چالیس (۴۰) سال کا عذاب تنگی اور تاریکی دور فرما دے گا۔ (فتاوی عالمگیریہ)

اس کے بعد سورہ فاتحہ، ابتدا سورہ بقرہ مفلحون تک، آیۃ الکرسی، آمن الرسول، سورہ یسین سورہ تبارک الملک، سورہ تکاثر سے جو چاہے اور سورہ، اخلاص بارہ یا کم از کم تین بار پڑھ کر اہل قبور اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچائیں۔

جمعہ (بعد نماز جمعہ) اور شنبہ اسی طرح متبرک راتوں میں خصوصاً شب برات میں زیارت قبور افضل ہے۔ اس کے علاوہ متبرک زمانوں جیسے عشرہ ذی الحجہ، عیدین اور عاشورہ میں بھی زیارت قبور افضل ہے۔

جسمانی والدین کا مرتبہ کم ہے اور روحانی والدین کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے۔ حدیث شریف ہے کہ

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"

یعنی اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے۔ ظاہر ہے کہ عمل کا نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مسلمان اولیاء و بزرگان دین اور صالحین کو ہرگز ہرگز خدا نہیں سمجھتا بلکہ ان کے خدا کے بندے ہونے پر عقیدہ رکھتا ہے پھر اسی نیت سے ان برگزیدہ بندوں کی تعظیم اور احترام میں کوئی عمل بدعت، شرک یا پوجا ہرگز نہیں کہلا سکتا۔

اس سلسلہ میں روایات ذیل سے مزید روشنی ملتی ہے۔

حضرت امام احمد علیہ الرحمہ نے اپنی مسند میں اور حاکم علیہ الرحمہ نے مستدرک میں اور ابن حجر علیہ الرحمہ نے تحفہ میں روایات کی ہیں کہ ایک روز مروان نے صحابی رسول حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو اپنی پیشانی کو قبر نبوی پر رکھے ہوئے ہیں۔ مروان نے یوں اعتراض کیا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ قبر پر تو کیا کر رہا ہے۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

"جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجَرَۃَ"

یعنی اے مروان! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں اور کسی خالی حجر یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں اس حدیث شریف سے قبر پر بوسہ اور مزار پر جبیں سائی ثابت ہو گئی۔

ابن عساکر علیہ الرحمہ نے سند جید کے ساتھ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے فتح بیت المقدس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی مدینہ میں واپسی کا واقعہ لکھا ہے جس کا ذکر شفاء الاسقام میں حضرت سبکی علیہ الرحمہ نے اور ابن حجر وغیرہ نے بھی کیا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ

فرماتے ہوئے دیکھا کہ "اے بلال! یہ کیا جفا و بیوفائی ہے کہ ہماری زیارت کا تجھ کو ابھی وقت نہیں آیا؟" حضرت بلال رضی اللہ عنہ غمزدہ و خوف زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور بے چین و بے تاب اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور روضہ نبوی میں پہنچتے ہی قبر نبوی پر اپنا منہ ملنے لگے اور رونے لگے۔ اس وقت کئی صحابہ کرام موجود تھے لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صاحب "تحقیق الحق المبین" نے لکھا ہے کہ ان سب کاموں سے مقصود احترام و تعظیم ہے اور آخر میں لکھا ہے "یَجُوْزُ تَقْبِیْلَ الْقَبْرِ وَمَسَّهٗ عَلَیْهِ عَمَلُ الْعُلَمَاءِ الصَّالِحِیْنَ" یعنی قبر کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے مس کرنا جائز ہے اسی پر علمائے صالحین کا عمل ہے۔ چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمہ قبروں کو بوسہ دینے کو مطلقاً مباح و جائز کہتے ہیں، جبکہ تبرک کی نیت و ارادہ سے ہو۔

لہذا صندل مالی میں دو فائدے ہیں ایک تو خوشبو کا قبر پر لگانا دوسرے بزرگوں کی قبور کو تبرک کی خاطر ہاتھ سے مل کر بوسہ دینا۔ ع

"چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار"

یعنی کتنی عمدہ بات ہے کہ ایک عمل میں دو فائدے ہیں۔

قبر پر غلاف ڈالنا:- مشکوٰۃ شریف باب دفن المیت میں حضرت ابو داؤد نے روایت کی ہے کہ حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا اے اماں! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اور آپ کے دو رفیق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبروں پر سے پردہ و غلاف اٹھا دیجئے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے لئے ان قبروں سے غلاف اٹھا دیا تو وہ قبور شریفہ نہ بالکل بلند تھے نہ زمین و میدان سے بالکل چپسیدہ و پست تھے اس کی شرح میں صاحب "مرقات" ملا علی قاری علیہ الرحمہ

نے لکھا ہے کہ حدیث میں "اکشفی لی" کی شرح "اظہری وارفعی استارہ" ہے اور استار جمع ستر کی ہے بمعنی پردہ و غلاف ۔ لہذا اس حدیث شریف سے قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا ثابت ہوا ۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ردمحتار میں لکھا ہے کہ "ناواقف یا غافل زائرین کو اہل قبور اولیاء کا خوف و ادب دلانے کے لئے قبروں پر کپڑے و غلاف کا رکھنا جائز ہے تاکہ اہل قبور کی عظمت اور تعظیم عام نظروں میں ثابت ہو اور اولیاء کی حقارت نہ ہونے پائے ۔"

قبر پر قبہ و گنبد بنانا :۔

سلف صالحین نے مشائخ و علماء مشہور کی قبروں پر قبہ و گنبد بنانے کو مباح و جائز کہا تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس قبہ و گنبد میں بیٹھ کر آرام سے قرآن شریف کی تلاوت وغیرہ کریں چنانچہ مشکوۃ شریف میں بخاری کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ان کی بیوی نے ایک سال تک حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی قبر پر قبہ قائم کیا تھا ۔ صاحب مرقات لکھتے ہیں کہ ایک سال تک اس قبہ کو قائم کرنے کا ظاہری سبب یہی ہے کہ ذکر و قرات قرآن و دعائے مغفرت و رحمت کے لئے احباب و اصحاب جمع ہوں تو زائرین سردی گرمی و بارش سے محفوظ رہیں اور اس کے سایہ میں ان کو آرام ملے کسی طرح تکلیف نہ ہو لیکن اگر ایسا فائدہ مقصود نہیں تو خواہ مخواہ بے فائدہ قبر پر قبہ وغیرہ تعمیر کرنا عبث اور فضول خرچی ہے جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے

بزرگوں کی قبروں پر قبہ و گنبد کی تعمیر کا دنیوی فائدہ بھی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ غیر مسلم اقوام پر اسلام کی شان و شوکت کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے جس سے ان کے

دلوں پر ہیبت اور رعب طاری ہوتا ہے۔

سماع :۔

غیاث اللغات میں لفظ "سماع" (بالفتح) بمعنی سننا اور (بالکسر) بمعنی رقص و نغمہ لکھا ہے۔ اصطلاح عام میں سماع سے مراد ایسی محفل ہے جس میں مشائخ و صلحاء اپنے مریدین، متوسلین اور معتقدین کو ساتھ لئے کسی قوال کی زبانی ساز و دف کے ساتھ صوفیانہ، عارفانہ، نعتیہ، منقبتی کلام سننے کا خاص طور پر اہتمام کرتے ہیں۔ اور کبھی سامعین پر وجد کی حالت بھی طاری ہوتی ہے۔

ملت اسلامیہ میں "سماع" کے مسئلہ پر مکمل اتفاق نہیں رہا ہے ایک طبقہ تو ہر قسم کے سماع کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا طبقہ کچھ شرائط سے[۹] "سماع" کو نہ صرف جائز سمجھتا ہے بلکہ اس کو تبلیغ اسلام کا ایک مفید اور موثر ذریعہ سمجھتا ہے۔ پیران چشت کے اشغال میں سماع کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور اس کو روحانی غذا اور عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس اختلاف کی نفیس تشریح یوں کی گئی ہے کہ بعض بزرگوں پر اطاعت و فرمانبرداری کا غلبہ ہے اور بعض پر عشق و محبت کا۔ پہلی قسم کے حضرات سماع سے بچتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگ سماع سننے میں رغبت رکھتے ہیں۔ اولیاء، صحابہ کے اور صحابہ انبیاء کرام کے نقش قدم پر ہیں۔ انبیاء اور صحابہ میں دونوں مزاج والے تھے مثلاً موسیٰ علیہ السلام پر عشق کا ظہور زیادہ، عیسیٰ علیہ السلام تارک الدنیا، سلیمان علیہ السلام صاحب تخت و تاج اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ و سلم جمیع صفات کے جامع۔ اسی طرح صحابہ میں صدیق و بلال رضی اللہ عنہما پر عشق غالب تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مزاج میں شدت۔ ان کے تابع مشائخ میں بھی اسی طرح مزاج میں اختلاف تھا۔

نوٹ:۔

جواز سماع سے متعلق مسالک میں اختلاف کے پیش نظر طریقت کا تقاضاء ہے کہ اپنے مسلک پر قائم و عامل ہوتے ہوئے دوسروں کے مسلک کا احترام کیا جائے اور کسی کو ہدف تنقید بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔ حضرت امام بہاؤ الدین نقشبندی سماع نہیں سنتے تھے۔ جب آپ سے سماع کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے پورے احترام و احتیاط کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا "نہ ایں کار کنیم نہ انکار کنیم" یعنی نہ ہم یہ کام کرتے ہیں اور نہ ہی اس سے انکار کرتے ہیں۔ آپ کی یہ نظیر آج بھی ہر طرح لائق تحسین بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔

موجودہ دور میں عام طور پر لوگ "سماع" کو تفریح طبع کا ایک ذریعہ سمجھنے لگے ہیں اور قوالی کے نام سے منعقد کردہ ان محفلوں کو بزرگان چشت کی مجالس سماع سے نسبت دینا بالکل غلط ہے۔

دراصل سماع ایک درد کی دوا ہے لہذا جسے درد ہو وہی استعمال کرے۔ اسی لئے سلسلہ چشتیہ کے پیران کبار مجالس سماع منعقد فرماتے اور خود سماع سنتے تھے لیکن انھوں نے اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں پر سماع سننا لازم قرار نہیں دیا تھا صرف جو اہل ہوتے ان ہی کو سماع سننے کی اجازت دی جاتی تھی۔ بلکہ مجالس سماع کے انعقاد پر ایسی کڑی شرائط و قیود عائد کی گئی تھیں اور سماع سننے کے ایسے آداب مقرر کئے گئے تھے کہ ایک عام آدمی کے لئے سماع کا سننا ایک امر محال تھا۔ مثلاً فوائد الفواد میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہی علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ سماع کے لئے مندرجہ ذیل شرائط لازمی ہیں۔

١۔ محفل سماع میں عورتیں نہ ہوں۔
٢۔ مسمع یعنی کلام سنانے والا نابالغ لڑکا نہ ہو۔

۳۔ مزامیر یعنی شرعی طور پر ممنوع باجے وغیرہ کا محفل سماع میں استعمال نہ ہو۔

۴۔ جو بھی سنا جائے صرف للہ یعنی خدا کے لئے سنا جائے۔

۵۔ سنایا جانے والا کلام فحش اور فضول باتوں سے پاک ہو۔

اسی طرح حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی تصنیف "عشرات کاملہ" میں سماع کے آداب ذیل مقرر فرمائے ہیں۔

۱۔ محفل سماع میں جو لوگ شریک ہوں خواہ سننے والا یا سنانے والا باوضو ہوں اور جب تک مجلس میں رہیں باوضو رہیں۔

۲۔ محفل سماع شارع عام پر نہ ہو۔

۳۔ مجلس سماع کا انعقاد ایسے وقت میں ہونا چاہیے کہ وہ نہ نماز کا وقت ہو نہ کھانے کا اور نہ کوئی امر مانع و مخل ہو۔

۴۔ سماع کے منکر کو محفل سماع میں شریک نہ ہونا چاہیے۔

۵۔ مجلس سماع کے آغاز سے پہلے ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود پڑھیں۔

۶۔ مجلس میں دوزانوں (نماز کے قعدہ کی طرح) بیٹھیں عام طریقہ کی طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھنا یا لیٹنا جائز نہیں۔ (اگر معقول عذر یا تکلیف ہو تو چار زانوں بیٹھ سکتے ہیں)

۷۔ سماع کے وقت بات چیت اور ہنسی مذاق سے احتراز لازم ہے اسی طرح کھانسنے کھنکارنے۔ جمائیاں لینے اور ادھر ادھر دیکھنے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے۔

۸۔ سنانے والا شخص طمع اور حرص کرنے والا نہ ہو۔ جو کچھ دیا جائے اسے احسان سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔

۹۔ سماع کے وقت سر جھکائے رہے اور جو بھی کلام سنایا جائے اسے سن کر قلب کی طرف متوجہ رہیں۔

۱۰۔ جب دل کو سماع کی دلچسپی باقی نہ رہے تو محفل سماع سے باہر آجائے ایسی حالت

میں سننا محض حرام و ناجائز ہے۔

۱۱۔ جب مجلس برخاست ہو تو پھر سب حاضرین سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ کر بکثرت درود شریف پڑھیں۔

جو شخص ان آداب کو ترک کرے گا اس کو سماع سے نفع کے بجائے نقصان ہوگا۔

وجد سے کیا مراد ہے :۔

محبوب کا ذکر سننے سے فطری طور پر وجد و شوق کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک کی تلاوت میں ایسی جنبش فرمایا کرتے تھے جیسے کہ نسیم سحر سے نرم نرم شاخیں جھوم اٹھتی ہیں۔ (سورۂ زمر - ۲۳) میں خوب ارشاد ہے۔

"مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ"

یعنی ہمارے کلام سے خائفین کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر تو جانوروں، پتھروں بلکہ لکڑیوں (مثلاً استن حنانہ) پر تک وجد و کیف طاری ہو جاتا تھا جو احادیث سے ثابت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو کوہ طور پر کلام و دیدار یار پر وجد میں بے ہوش ہو کر گر بھی گئے جس کی تصدیق قرآنی آیت وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (اعراف-۱۴۳) سے ہوتی ہے۔ سماع میں مشائخ حضرات پر بھی عشق رسول یا عرفان الہیٰ کی بات سن کر ایسی ہی وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے سرشار اصحاب ان لوگوں سے ہزار درجے بہتر ہیں جو برائے نام سماع کو حرام کہنے پر بضد مصر ہیں مگر ریڈیو اور ٹی وی پر عورتوں کے فلمی گانے بشوق سن سن کر لطف اندوز ہوتے اور سر دھننے لگتے ہیں۔

آج کل ایسی قوالی پارٹیاں بھی منعقد کی جاتی ہیں جن میں گھنگرو جھن جھن

وغیرہ حرام چیزوں کا علانیہ استعمال ہوتا ہے بلکہ سنانے والے اور سننے والوں میں کئی غیر مسلم شامل ہوتے ہیں ۔ غضب یہ کہ مرد اور عورت دونوں مل کر گاتے ہیں پھر برسرعام مسکرات (نشہ آور اشیاء) کے استعمال کے ساتھ بے ادبانہ انداز میں عشقیہ کلام سناتے ہوئے مرد اور عورت قوالوں کے درمیان باقاعدہ مقابلہ ہوتا ہے ۔ یہ سب سماع کی محفلیں ہرگز نہیں کہلائی جاسکتیں بلکہ دنیا بھر کے ممنوعات و محرمات سے بھری ایسی گانا پارٹی ہے جس میں ہر قسم کی لعنت اور بیہودگی کے سوا کچھ نہیں ان لغو محفلوں کا منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا علانیہ حرام ہے ۔ بعض وقت تو سماع کے نام پر ایسی ہی قوالی پارٹیوں کا اہتمام ایسے بزرگان دین کی درگاہوں اور آستانوں پر کیا جاتا ہے جنھوں نے زندگی بھر سماع سے احتراز فرمایا اور جن کے مسلک میں سماع سننا جائز نہیں تھا ۔ ایسے اولیاء اللہ کے آستانوں پر اس طرح محفل سماع کا منعقد کرنا دراصل ان بزرگوں کی روح کو اذیت پہنچانے کے برابر ہے اور اگر ممنوعات کے ساتھ قوالی پارٹی کا اہتمام ہو تو پھر دوہرا عذاب بلکہ ان بزرگوں کا غضب و عتاب مول لینے کا مستوجب ہے ایسے لوگ ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے محروم ہو کر فائدہ کے بجائے نقصان اٹھاتے ہیں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں خود اپنے ہاتھوں برباد کر لیتے ہیں ۔

سلام

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک • یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

آپ ختم المرسلیں ہیں — حامل شرع متیں ہیں
سبز گنبد کے مکیں ہیں — رحمۃ للعالمیں ہیں
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

وقت تھا کتنا سہانا — جب ہوا تشریف لانا
ہو کے خوش سارا زمانہ — گا رہا تھا یہ ترانہ
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

آئے وہ دن وہ مہینہ — جب ہمارا بھی سفینہ
چل پڑے سوئے مدینہ — یا مراد العاشقین
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

پوری یارب یہ دعا ہو — روبرو گنبد ہرا ہو
باادب یہ سر جھکا ہو — اور زباں سے یوں ادا ہو
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

نزع ہو جس وقت طاری — آپ کی آئے سواری
دیکھتے ہی شکل پیاری — دور ہو تکلیف ساری
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

صوفی اعظم عاصی و بد — کیا کرے مدحِ محمد
ہے کوئی توصیف کی حد — حامد و محمود و احمد
یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک — یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک

سلام با ادب واحترام

پیش بارگاہ قطب ربانی محبوب سبحانی حضرت غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

عرض کردہ: حضرت سید الصوفیہ مفتی و محدث دکن شاہ سید احمد علی صوفی صفی قادری علیہ الرحمہ (والد ماجد مؤلف)

مظہرِ کبریا سلام علیک   نائبِ مصطفیٰ سلام علیک
غوثِ ہر دو سرا سلام علیک   پیرِ راہِ ہُدیٰ سلام علیک
ابنِ مشکل کشا سلام علیک   فلذۂ فاطمہ سلام علیک
تیرے نانا حسین ابن علیؑ   جد حسن مجتبیٰ سلام علیک
غوثِ اعظم ہو آپ شَیخُ الکُل   اے شہ اولیاء سلام علیک
تیرے قدموں کو اپنے کندھوں پر   اولیاء نے لیا سلام علیک
بھاگے شیطان سارے لیتے ہی   اسمِ اعظم تیرا سلام علیک
ہمرہی کا طفیل چوروں سے   قافلہ بچ گیا سلام علیک
چور تھا ہو گیا خدا کا ولی   تھی نظر تیری کیا سلام علیک
خوفِ محشر نہیں ذرا اس کو   جو تیرا بن گیا سلام علیک
آپ کا چھوڑ در کہاں جاؤں   کون ہے آپ سا سلام علیک
قبر سے جب اٹھوں گا محشر میں   یہ پڑھونگا سدا سلام علیک
صوفی اعظمؒ کے اب تصدق سے   ہم کو اپنا بنا سلام علیک
ہم کو بغداد میں بلا لیجئے   ہے یہی مدعا سلام علیک
آل اولاد میری شاد رہے   ہے میری التجا سلام علیک

مفتی صوفی صفی کا کوئی نہیں
تم سوا تم سوا سلام علیک